373

مُدیرِ اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ
مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدِّث

دسمبر ۲۰۱۵ء

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

۴ اصلاحِ معاشرہ میں علماے کرام کا کردار
۱۷ تعلیم نسواں اور ارشاداتِ نبویہ
۵۱ امام دار قطنی کے حالات اور کتب کا منہج
۶۹ مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ اور ان کی تصانیف

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 47 No.5
Monthly MUHADDIS Lahore
35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالِح دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز و مرجع

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی و دینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

ایئر کنڈیشنڈ ہال

سہولیات

- جملہ اُردو وعربی تفاسیر اور علوم قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروح حدیث اور علوم قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اوقات

صبح 9:00 بجے
تا
شام 5:00 بجے
(چھٹی بروز جمعہ)

Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

بمقام ادارہ محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، 042-35866396

موبائل 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ویب سائٹس

- محدث فورم — Forum.Mohaddis.com
- محدث میگزین — Magazine.Mohaddis.com
- محدث فتویٰ — UrduFatwa.com
- محدث لائبریری — KitaboSunnat.com

یومیہ 15000 وزیٹر

ہر لمحہ 2000 قارئین

زیر سرپرستی: ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی، ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

نگرانی: ڈاکٹر حافظ انس نضر، ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

علمی معاونت: قاری مصطفی راسخ، قاری خضر حیات

فنی معاونت: انجینئر محمد شاکر اعوان، انجینئر عمیر حسن راجہ

خصوصیات

- اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
- تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
- تمام ویب سائٹس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

محدث لائبریری (KitaboSunnat.com)
- یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
- حالات کی مناسبت سے اہم مضامین

محدث فتویٰ (UrduFatwa.com)
تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ لوڈنگ
نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات

محدث میگزین (Magazine.Mohaddis.com)
45 سال کے تقریباً 90 فیصد شمارے
(Unicode / PDF)

محدث فورم (Forum.Mohaddis.com)
موضوعات: 20829 ترسیلات: 170731
اراکین: 2497

مستقبل کے منصوبے

- حدیث پراجیکٹ
- محدث یونیکوڈ لائبریری
- محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
- رسائل وجرائد سیکشن

ماہانہ اخراجات پونے دو لاکھ روپے

زیر اہتمام: مجلس التحقیق الاسلامی J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور

Mobile: +92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com

Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

Designing & Printing: CRYSTAL ART Lhr 0323-7471861

magazine.mohaddis.com

فکر ونظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاحِ معاشرہ میں علمائے کرام کا کردار

مسلم دنیا کی نامور سیاسی و علمی شخصیت، ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی جو چند سال سے رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل کے فرائض انجام دے رہے ہیں، ۲۲ نومبر ۲۰۱۵ء کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی دعوت پر اسلام آباد تشریف لائے۔ اس موقع پر اُنہوں نے بین المذہبی مکالمہ کے موضوع پر UNITE کی بین الاقوامی کانفرنس کے علاوہ اپنے اعزاز میں دیے گئے متعدد استقبالیوں میں شرکت کی، جبکہ اسلامی یونیورسٹی میں 'دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خاتمے میں علمائے کرام کا کردار' کے عنوان پر پاکستان بھر سے تشریف لانے والے علماء اور اہل علم ودانش کے نمائندہ اجتماع سے بھی خطاب کیا۔ فیصل مسجد سے ملحقہ شریعہ اکادمی کے سیمینار ہال میں منعقد ہونے والے اس مذاکرہ میں سینیٹر راجہ ظفر الحق، ترکی کے نائب وزیر مذہبی اُمور، مولانا سمیع الحق، پروفیسر ساجد میر، ڈاکٹر احمد یوسف دُرویش، شیخ محمد سعد دَوسری، محمد عبدہ عتین، مولانا یٰسین ظفر، صاحبزادہ ساجد الرحمٰن اور ڈاکٹر سہیل حسن سمیت یونیورسٹی اور جامعات کے فاضل اساتذہ کرام نے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر راقم الحروف کے مقالہ کا متن، بعض اضافہ جات کے ساتھ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے...

'اسلامی معاشرہ' ایک نظریاتی معاشرہ ہے جس میں بسنے والے مسلمان اسلامی عقائد اور مسلم نظام حیات کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ انسانی حاکمیت کے بجائے اتباع واطاعتِ الٰہی پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اس نظامِ اطاعت کی وضاحت علمائے کرام کرتے ہیں، اور حکام ووالیانِ امر اس نظام کی تنفیذ کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کے بیان کردہ دائرہ کار میں ہی حکام کی اطاعت مشروع ہے، اگر وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں تو ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں، گویا حکام کی اطاعت کی بنیاد بھی کتاب وسنت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے آگ میں کود جانے کے حکم پر مشتمل مشہور واقعہ میں ارشاد فرمایا:

«لاَ طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي المَعْرُوفِ»[1]

''اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، طاعت تو معروف معاملہ میں ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اطاعت ولی الامر والی آیت[2] کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فإذا أمروا بمعصية الله فَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ فَإِنْ تَنَازَعُوا فِي شَيْءٍ رَدُّوهُ إِلَى كِتَابِ الله وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ وُلَاةُ الْأَمْرِ ذَلِكَ، أُطِيعُوا فِيمَا يأمرون به من طاعة الله ورسوله، لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ طَاعَةِ الله وَرَسُولِهِ ﷺ، وَأُدِّيَتْ حقوقهم إليهم كما أمر الله ورسوله، قال تعالىٰ:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[3]

''اگر حکام اللہ کی معصیت کا کوئی حکم دیں، تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ اگر خالق و مخلوق میں کوئی اختلاف ہو جائے تو وہ اس اختلاف کا فیصلہ کتاب وسنت کی روشنی میں کریں گے۔ اگر حکام ایسا نہ کریں تو ان کی اسی امر میں اطاعت کی جائے جہاں وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہے۔ اور حکام کے حقوق ادا کئے جائیں گے، جیسا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ وسرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

اس لحاظ سے مسلم معاشرہ میں علمائے کرام کی اہمیت غیر معمولی ہے کیونکہ کتاب وسنت کا کسی معاملہ پر اطلاق اُن کی تشریح ورہنمائی کا ہی محتاج ہے۔ معاشروں کی صلاح وفلاح اور حکمرانوں کی اطاعت کے باب میں ان کی ہدایت ورہنمائی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأُولُوا الْأَمْرِ صِنْفَانِ: الْأُمَرَاءُ وَالْعُلَمَاءُ، وَهُمُ الَّذِينَ إِذَا صَلَحُوا صَلَحَ

---

1 صحیح بخاری: ۷۲۵۷

2 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ سورۃ النساء: ۵۹

3 السیاسۃ الشرعیۃ فی الراعی والرعیۃ از شیخ ابن تیمیہ: ص ۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

النَّاسُ، فَعَلَى كُلٍّ مِنْهُمَا أن يتحرّى بما يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ طَاعَةَ اللهِ وَرَسُولِهِ، وَاتِّبَاعَ كِتَابِ اللهِ. وَمَتَى أَمْكَنَ فِي الْحَوَادِثِ الْمُشْكِلَةِ مَعْرِفَةُ مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ كَانَ هُوَ الْوَاجِبَ[1]

''مسلم معاشرے کے اُولی الامر دو قسموں پر ہیں: حکام اور علما... جب ان دونوں کی اصلاح ہوگئی تو عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ ان دونوں کو اپنے قول و کردار میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور اتباع کی جستجو کرنا چاہیے۔ اور جب بھی مشکل مسائل میں کتاب و سنت کے دلائل کی معرفت ممکن ہو تو اُسی کو لینا ضروری ہے۔''

غرض مسلم معاشرے کی صلاح و فلاح، علما و اُمراء کی صلاح پر موقوف ہے۔ کیونکہ ایک نظریہ حکم واضح کرتے ہیں تو دوسرے اس کی تنفیذ کرتے ہیں۔ وہی مسلم معاشرے دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں جہاں اُمراء و علما ہم آہنگی کے ساتھ معاشرے کو درست سمت لے کر چلتے ہیں۔

منصبِ رُشد و ہدایت

اس بات کو ایک اور انداز سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ اسلام میں منصبِ نبوت سب سے اہم اور برتر حیثیت رکھتا ہے، جس پر تمام اُمور کا ابلاغ اور تشریح و تشکیل موقوف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حیاتِ طیبہ میں تین بنیادی فرائض انجام دیے:

① رسالت: اللہ سے وحی کی صورت میں ہدایات لے کر بطورِ رسول بنی نوع انسانیت تک پہنچائیں۔

② اُسوۂ حسنہ: صرف ہدایات ہی نہ دیں، بلکہ ان پر عمل کر کے دکھایا، اور ایک مبارک اُسوۂ حسنہ دیا۔

③ تبلیغ: اور پھر اپنے قول و عمل اور زبان سے اس پیغام رسالت کو پھیلانے کی تمام تر مساعی بروئے کار لائے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور پیغمبرانہ جدوجہد کو اِن تین دائروں میں مختصراً سمیٹا جا سکتا ہے۔ ایک عالم دین بھی انہی مقاصد کے لیے مصروفِ کار ہوتا ہے اور یہی اس کا مطمحِ حیات ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے حق کو بزبانِ رسالت انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا گیا ہے:

۱ السیاسۃ الشرعیۃ فی الراعی والرعیۃ: ص ۱۲۷، فصل فی المشورۃ

باب العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ...﴾ فَبَدَأَ بِالعِلْمِ «وَأَنَّ العُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، وَرَّثُوا العِلْمَ، مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ...»[1]

''باب کہ علم کا مقام، قول و کردار سے پہلے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے نبی! جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔'' سو اللہ تعالیٰ نے عمل (استغفار) سے قبل علم (توحید) کو بیان فرمایا۔ اور فرمان نبوی ہے: کہ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں، انبیا نے علم کی وراثت دی ہے۔ جس کو علم مل گیا، اسے بہترین نعمت میسر آگئی۔''

گویا کسی بھی مسئلے و معاملے پر عمل درآمد سے قبل علم و نظریہ کو بیان کر کے نکھارا جاتا ہے اور اس کی روشنی میں عمل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ قرآن بھی اپنے ماننے والوں سے عقل و بصیرت کا مطالبہ کرتا اور سوچ سمجھے بغیر مسلمانوں کو آیاتِ قرآن کی اتباع سے بھی روکتا[2] ہے۔ اس لحاظ سے علمائے کرام انبیا و رُسل کے وارث ہیں، جو کتاب و سنت کی تشریح کرتے ہیں، حالات پر ان کا اطلاق کرتے ہیں اور پھر حکام و والیان ان تشریحات کی روشنی میں افراد و معاشروں کے لیے اپنی زندگیاں سنوارنے کا عملی نظام قائم کر دیتے ہیں۔

کسی بھی فرد و اجتماع پر اُس کے مسلمہ عقائد و نظریات کی حکومت ہوتی ہے۔ بہت سے انسانوں سے ایک معاشرہ اور حکومت و ملت تشکیل پاتی ہے۔ انسان جس نظریہ کا حامل ہوتا ہے، اپنے قول و کردار سے اسی پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ اس عقیدہ و نظریہ کی سب سے مؤثر تشکیل کتاب و سنت کے ذریعے ہوتی ہے۔ اللہ کے قرآن اور نبی کے فرمان سے بڑھ کر کوئی ایسا مؤثر ذریعہ نہیں، جو کسی مسلمان کی ذہنی تشکیل میں کارگر ثابت ہو۔ قرآن و سنت سے متعلقہ ہدایت کی نشاندہی، ان کی تبلیغ اور حالات پر ان کا اطلاق علمائے کرام ہی کرتے ہیں۔ اس ناطے علمائے کرام کا کردار مسلم معاشرے میں غیر معمولی تقدس اور اہمیت رکھتا ہے، بالخصوص ان حالات میں وہ جب وہ اس پر خود خلوص دل سے عمل پیرا بھی ہوں تو ان کے قول و کردار کی تاثیر دوچند ہو جاتی ہے۔

۱ صحیح بخاری: کتاب العلم

۲ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ سورۃ الفرقان: ۷۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عمل سے قبل نظریہ کی اصلاح

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بت شکنی سے قبل، برسہابرس تک تبلیغ ودعوت میں صرف کیے۔ فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو پاش پاش کرنے سے قبل بھی آپ کے پاس ہمیشہ ایسے جاں نثار موجود رہے جو اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کرسکتے تھے، لیکن جب تک نظریاتی وعلمی طور پر آپ نے بت پرستی کی گمراہانہ بنیادوں کو واضح رختم نہ کرلیا، اس وقت تک آپ نے بتوں کو ڈھانے سے گریز کیا۔ اس سے بھی علم ہوتا ہے کہ عمل واقدام سے پہلے ذہنی خلفشار کا خاتمہ اور علمی نکھار ضروری ہے۔

آپ ﷺ اپنے داعیوں کو دیگر علاقوں میں بھیجتے اور انہیں اقدام سے قبل دعوت کی تلقین کرتے، جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور احادیث میں ہے، سیدنا ابن عباس سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا بَعثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى اليَمَنِ، قَالَ: «إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبادَةُ الله، فَإِذَا عرَفُوا الله، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ...»[1]

"جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (عامل بناکر) بھیجا تو تلقین فرمائی: تو اہل کتاب میں سے ایک قوم کی طرف جارہا ہے۔ سب سے پہلے تجھے چاہئے کہ اُنہیں اللہ کی بندگی کی دعوت دے، جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو اُنہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ان کے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں..."

مذکورہ بالا نکات سے مسلم معاشرے میں دینی قیادت کا کردار بالکل اظہر من الشمس ہوجاتا ہے اور اُن کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے۔ بالفرض کوئی تبدیلی یا اقدام کسی وقتی دباؤ یا سختی کے نتیجے میں نافذ کر بھی دیا جائے لیکن ذہنوں میں اس کی اہمیت اور نوعیت راسخ نہ ہو تو کچھ ہی عرصے میں اس دباؤ کے ختم ہوتے ہی حالات دوبارہ پرانی ڈگر پر واپس لوٹ آتے ہیں اور مسلم معاشرہ باہمی خلفشار کا شکار رہتا ہے۔ اس لحاظ سے مسلم معاشرہ جبر و تحکم کی بجائے ارشاد واتباعِ الٰہی کا رجحان رکھتا ہے۔

1 صحیح بخاری: ۱۴۵۸، کتاب الزکاۃ

دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خاتمے میں علما کا کردار

دہشت گردی ایک ناسور ہے اور فرقہ واریت مسلم معاشروں کی طاقت کو کھوکھلا کیے دے رہی ہے۔ یہ دونوں مسئلے، فی زمانہ ملتِ اسلامیہ کے اہم ترین مسائل ہیں۔ ایک کے نتیجے میں امن وامان جیسی عظیم الشان نعمت سے محرومی اور دوسری کے نتیجے میں اتحاد جیسی ملی قوت کا خاتمہ سامنے آرہا ہے۔

ان دونوں مسائل کا تعلق اور ان کی بنیادیں، کسی اور نہیں بلکہ خالص مذہبی نظریات میں ہی پیوست ہیں۔ ان دونوں مسائل کا استدلال بھی خالص مذہبی نوعیت کا ہے اور اُن سے زیادہ متاثر ہونے والا بھی مذہبی طبقہ ہی ہے، اور اس سلسلے میں پائے جانے والے افراط و تفریط کو کتاب وسنت کی روشنی میں ہی واضح کیا جاسکتا ہے۔ جب تک ان مسائل کی مذہبی حیثیت ونوعیت کو واضح نہیں کیا جاتا، دینی پلیٹ فارم سے اُن کے بارے میں واضح اور دوٹوک رہنمائی نہیں کی جاتی، اس وقت تک محض حکومتی اقدامات اور جبر ودباؤ سے اُن پر دائمی قابو نہیں پایا جاسکتا۔

مذہبی قیادت کی مختلف صورتیں ہیں: مفتیان و قاضیان، ائمہ وخطبا، واعظین وداعیان، علما، مدرّسین علوم اسلامیہ، منتظمین مراکز ومدارسِ دینیہ، قائدین وذمہ دارانِ تحریکاتِ اسلامیہ، اہل علم وقلم، اہل فکر ودانش، سرکاری جامعات میں علوم اسلامیہ کے اساتذہ وپروفیسرز، تحقیقی اور اشاعتی وابلاغی اداروں کے ذمہ داران اور قائدین، مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین اور ذمہ داران وغیرہ[1]...

اور ان میں اکثر کے پاس ابلاغ کی مؤثر ترین صورت مسجد کا مقدس منبر اور خطباتِ جمعہ ہیں، جن میں ہمہ تن گوش ہوکر شریک ہونا ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے۔ اس سٹیج پر پورے تقدس وانہماک سے ہر مسلمان سر جھکا کر، دین کا پیغام سنتا ہے۔ اتنا بڑا سٹیج اور ایسا مقدس پلیٹ فارم کسی بڑے سے بڑے حکمران کو بھی میسر نہیں۔ یہ مالک الملوک اور خالق کائنات کے گھر میں، خالق کی پیش کردہ رہنمائی کا نظام ہے۔ ان خطبا کے استدلال کا محور اللہ کا قرآن اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہوتا ہے جو اہم ومقدس ترین استدلال ہے۔

دینی قیادت اس سلسلے میں درج ذیل پہلوؤں سے اپنا کردار ادا کرسکتی ہے:

1 امام غزالی نے اہل سیاست کی چار قسمیں اور درجہ بندی کی ہے: سیاستِ وعاظ، سیاستِ علما وفقہا، سیاستِ خلفا وملوک، سیاستِ انبیاء ورسل (احیاء العلوم: کتاب العلم، باب اوّل، ج ۱ ص ۹)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

① شرعی تعلیمات کی وضاحت اور علمی نکھار کے ذریعے... دہشت گردی کا مفہوم کیا ہے؟ اس کا مصداق کیا ہے اور کیا نہیں؟ شریعت میں دہشت گردی کی مذمت کس کس طرح کی گئی ہے، اور فساد فی الارض کی بدترین سزا کیا بتلائی گئی ہے؟ علمائے کرام اپنے شرعی موقف کو کتاب وسنت کے دلائل، عقلی و منطقی استدلال، تاریخی مثالوں اور عبرت آموز واقعات سے مزین کر کے مختلف اسالیب وو سائل سے معاشرے میں پھیلا سکتے ہیں۔ مثلاً

۱. خطاباتِ جمعہ کے ذریعے
۲. دعوتی دروس وخطابات کے ذریعے
۳. تعلیم و تعلم اور اپنے طلبہ کے فکری نکھار اور علمی رسوخ کے ذریعے
۴. ٹی وی مذاکروں، مباحثوں اور خطابات کے ذریعے
۵. اخبارات میں مضامین واشتہارات اور خبروں و سیمینارز کے ذریعے
۶. مختصر تحریروں، کتابچوں، پمفلٹوں، کارڈز، ہینڈ بلوں کی تیاری اور عوامی مقامات پر اُن کی تقسیم، اشتہارات، بل بورڈز، وال پینٹنگز، بینروں وغیرہ کی صورت میں

② علمائے حق کا ہر مسلمان کے ہاں خاص احترام پایا جاتا ہے۔ بالخصوص دینی دلائل کی بنا پر گمراہی کا شکار ہونے والے دراصل حق اور صلاح کے جویا ہوتے ہیں، اپنی کم علمی اور وافر دینی جذبہ کے سبب غلط اور انتہاپسندانہ موقف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر ان سے ملاقاتوں اور تبادلہ خیال میں علما کو آگے بڑھایا جائے تو اس سے ان کے علم واحترام کی بنا پر حالات میں بہت سی اصلاح ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

③ علمائے کرام اس موضوع پر پائے جانے والے ابہام اور اعتراضات کا شرعی دلائل سے خاتمہ کر کے اور درست واقعاتی صورتِ حال کو جان کر، اور اس کو مثبت انداز میں پھیلا کر بھی ذہنی خلفشار کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے حکومت راست فکر اور ممتاز علما کو متحد کر کے، ان کے زیر اثر حلقوں میں اُن کے پیغام کو پھیلا سکتی ہے، جس کے لیے ان کے براہِ راست خطابات اور

۱ سود ایسا بدتر گناہ ہے جس کے ارتکاب کو اللہ نے اپنے سے جنگ قرار دیا ہے اور دوسرا گناہ حرابہ یعنی فساد فی الارض بھی اتنا سنگین ہے جو اللہ ورسول سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا۔ اس کی سزا بھی بڑی سنگین ہے۔ دیکھئے سورۃ المائدۃ:۳۳

ان کی تحریریں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔

④ مساجد کے خطبات ودروس، مدارس ووفاقات کے نصابات، سکول وکالج اور جامعات کے نصابات، جلسہ جات و سیمینار کے موضوعات، مباحثوں مذاکروں کے موضوعات میں دہشت گردی اور فرقہ واریت کی تردید اور متوازن ومعتدل رہنمائی کو مختلف اسالیب میں متعارف کرایا جائے۔

⑤ سلیم الفکر علما کے ساتھ، معروف اور مؤثر میڈیا پرسنز کی میٹنگیں کرائی جائیں اور متفقہ نکات پر مشتمل ٹی وی پروگرام کرائے جائیں، جس میں دلچسپی اور تاثیر کے لئے بطورِ خاص منصوبہ بندی اور تیاری کی جائے۔

نوٹ: عالم دین کی قدر ومنزلت، اس کے قول وکردار کی راستی سے مشروط ہوتی ہے۔ اگر کسی عالم یا تنظیم کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ وہ حکام واُمرا کی خوشامد اور تائید کے لیے قرآن وسنت سے استدلال کرتا ہے، یا اس کا اپنا کردار اس کے موقف کی تصدیق وتائید نہیں کرتا، تو اہل اسلام ایسے علمائے سوء سے متنفر ہو جاتے اور ایسی صورت حال میں عوام کی ذہن سازی کی بجائے، مزید انتشار جنم لیتا ہے۔ اس لیے اس امر کی بطور خاص ضرورت ہے کہ مخلص اور راسخ علما کو صورتِ واقعہ میں پوری طرح شریک کیا جائے، اور ان کی رائے کو وزن دیا جائے اور نفس مسئلہ میں ان کو اس حل پر آمادہ کیا جائے، ان پر جبر یا ترغیبات کے نتیجے میں حاصل ہونے والا موقف عوامی تاثیر سے محروم ہوتا ہے۔ جب اور جس وقت، جس مسئلہ میں علما اور حکام کی رائے متفق ہو گئی اور علمانے خلوص سے شرعی دلائل ومصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالص رہنمائی کی تو اس سے صورتِ حال میں لازماً بہتری پیدا ہو جائے گی۔

⑥ علما کے مختلف رجحانات میں بعض اوقات عام مسلمان اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ اکثر اوقات علما کے مختلف رجحانات حقیقی ہونے کے بجائے، بعض حقائق سے لاعلمی یا معلومات کی کمی بیشی کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اگر مخلص ومتدین علمائے کرام کو باہم مل بیٹھنے اور دلائل کے ساتھ اپنا موقف بیان کرنے اور سمجھنے سمجھانے کا موقع دیا جائے تو اس سے بہت سا ظاہری اختلاف پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر علما کو باہم مل بیٹھنے اور سمجھنے سمجھانے کا مستقل سلسلہ جاری رہنا چاہیے اور عوام الناس کو علما کی طرف سے ایک مشترکہ پیغام ہی جاری ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

طرح علما کا ایک عوامی پلیٹ فارم بھی ہونا چاہیے جو عوام کو رہنمائی دیں اور ان کی آرا کو عوام وحکومت ہر دو کو وزن دینا چاہیے۔

⑦ پاکستان میں مختلف فقہی مکاتبِ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ان مکاتبِ فکر کے فقہی کے ساتھ ساتھ فکری وسیاسی رجحانات اور تشخص بھی جداگانہ ہیں۔ یہ تشخص اس قدر پختہ ہیں کہ حکومت کے لیے اُن سب کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہوجاتا ہے۔ ان مکاتب فکر کے فقہی امتیازات میں کمی لانے کے ساتھ ساتھ حکومت کو چاہیے کہ قرآن وسنت کی بنا پر باہمی اتفاق واتحاد کو پروان چڑھانے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ یہی وہ واحد بنیاد ہے، جس پر اللّٰہ کی رسی ہونے کے ناطے سب کا اتفاق اور آخرکار ملت کا اتحاد ممکن ہے۔

⑧ جس طرح دینی وفکری بنیادوں پر فرقہ واریت حرام ہے۔ تمام مسلمانوں کو ایک ہی اسلامی اکائی اور اخوت پر مشتمل ہونا چاہیے، اسی طرح حکام کی سیاسی بنیادوں: رنگ ونسل، زبان وقوم، علاقہ ووطن کی بنا پر فرقہ واریت بھی ایک مذموم امر ہے۔ اگر مختلف حکام اپنی رعایا کو علیحدہ علیحدہ وطنیت یا تشخص کے نام پر علیحدہ کرنا چاہیں تو یہ بھی شرعاً ایک قابل مذمت امر ہے۔ مذہبی فرقہ واریت کی طرح نسلی، لسانی، علاقائی، وطنی اور سیاسی فرقہ واریت بھی ناجائز اور قابل مذمت ہے۔ اسلامی اخوت ایک بالاتر نظریہ ہے، جس کی رو سے نبی کریم ﷺ کا ہر اُمتی، اسلامی اخوت میں پرویا ہوا اور ایک جیسے حقوق رکھتا ہے۔ اور اسی بات کی نبی کریم ﷺ نے ملت اسلامیہ کو خطبہ حجۃ الوداع میں تلقین فرمائی ہے۔

شرعی تعلیم وتبلیغ کی ذمہ داری سے حکومتی گریز

جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ مسلم معاشرہ حاکمیتِ الٰہیہ پر استوار ہوتا ہے اور اس حاکمیتِ الٰہیہ کا موجودہ حالات پر انطباق اور اس میں شریعت کے مقصود ومنشا کی نشاندہی علمائے کرام کی ذمہ داری اور اُن کے علم وفضل کی مرہونِ منت ہے۔ دیگر معاشروں کی بہ نسبت اپنی بنیادی ساخت میں اس اہم ترین عنصر کی بدولت مسلم معاشروں میں دین اور اس کے ماہرین کا کردار بہت کثیر الجہت ہوتا ہے۔ دین کی اس غیر معمولی اہمیت کا اندازہ لگانا ہو تو غور کیجئے کہ ہمارے ملک، قوم، اور فرد کے تشخص میں

دین ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کے نام میں اسلامی کا سابقہ، ہمارے شہروں کے ناموں میں اسلامی مناسبتیں اور افراد کے نام اور تشخص میں اسلامی حوالے بتاتے ہیں کہ ہر مقام پر دین کا کردار بنیادی ہے۔ گویا دین کسی قوم وفرد کی دنیا وآخرت میں اہم ترین شناخت ہے!!

دین بیزاری کے اس دور میں بہت سی کوششیں کی گئیں کہ دین کے حوالے کو اضافی قرار دے دیا جائے لیکن آج بھی یہ مسلم معاشروں اور مسلم ممالک کا یہ بنیادی تقاضا ہے۔ اسلامی ممالک کے دساتیر اس کو اوّلین حیثیت دیتے ہیں اور کم از کم زبانی وتحریری حد تک اس کے اتباع اور فروغ کا دم بھرتے ہیں۔ مزید برآں دینی اعتقادات کی اہمیت کو آج بھی دنیا کے ہر فورم پر بنیادی تعارف حاصل ہے۔ ڈالر کے نوٹ پر 'اللّٰہ پر اعتماد کا دعویٰ' ہو یا امریکی صدر کا اپنے عہدے کے حلف نامہ، مذہب کے حوالے کے بغیر کہیں بات نہیں بنتی۔ اس لیے دین کے معاشرتی کردار سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے بھی پاکستانی حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کے دینی حقوق کی پاسداری کرے، اُن کو ان کے دین کے بارے مستند تعلیم دے۔ ان کے مذہبی اداروں اور مساجد ومدارس کو قائم کرے، ان کا قبلہ خالص اسلام پر جاری وساری کرے اور اپنے باشندوں کے دینی فرائض سے بخوبی عہدہ براہو۔ کیونکہ ایک اسلامی ریاست کا معاصر مغربی ریاست سے یہی بنیادی امتیاز ہے۔

افسوس کہ اہل مغرب سے مختلف علوم وفنون سیکھتے سیکھتے ہم اپنے اسلامی اعتقادات ونظریات سے بھی محروم ہوگئے اور پاکستانی حکومت، اُتنے ہی دینی فرائض انجام دینے پر قانع ہوگئی جتنا کوئی یورپی سیکولر ریاست اپنے عوام کے دینی فرائض کی پاسبان ہوتی ہے۔ جس طرح کسی مغربی ریاست کو اپنے بسنے والوں کی دینی تعلیم، عبادت گاہوں، اور دینی رہنمائی سے کوئی غرض نہیں ہوتی، یہی صورتِ حال پاکستانی حکومت کی بھی ہے۔ البتہ رسمی طور پر چند برائے نام اور روح سے عاری اقدامات کی خال خال کوششیں نظر آتی ہیں۔

اسلامی ریاست کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ ایک نظریاتی ریاست ہونے کے ناطے وہ اپنے شہریوں کے جان ومال کے ساتھ ان کے دین وایمان کی بھی محافظ اور معاون بنے۔ یہی بات قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور ائمہ اسلام کے فرامین سے ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اہل ایمان کو زمین

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

پر جب اقتدار دینے کی بات کی تو فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱ ﴾[1]

''اُنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۵ میں اسلامی ریاست میں اللہ کی بندگی کا فروغ اور شرک وبدعات کے خاتمہ کو حکومتی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی حکومت کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية وإقامة أركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطاءهم من الفيء والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابةً عن النبي ﷺ[2]

''ایسی عمومی حکومت جو نبی مکرم کی نیابت میں نفاذِ دین کے فرض کو پورا کرتی ہے کہ وہ دینی علوم کا احیا کرے، ارکانِ اسلام (توحید ورسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کو قائم کرے، جہاد کو جاری کرے، متعلقہ لشکروں کی تنظیم کرے، وجوبِ جہاد کا اعلان اور مجاہدین میں مالِ فے وغنیمت تقسیم کرے، شرعی نظامِ عدل کو قائم کرے، حدود کا نفاذ کرے، مظالم کی بیخ کنی کرے، اور معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جاری کرے۔''

مذکورہ بالا اُمور کی مختصر آنشاندہی سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض مغربی ریاست سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کروانا اور اس کے اسباب ووسائل میسر کرکے دینا ہے، اور اسی عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے ہی اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی نگرانی کرکے اُنہیں دین ودنیا کی سعادت سے بہرہ مند کرسکے۔

آج ہم بے شمار قومی مسائل کا اس لیے شکار ہیں کہ ہم نے دین کو، جو مسلم فرد ومعاشرہ کی عظیم

1 سورۃ الحج:۴۱

2 ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی: ۵/۱

ترین قوت ہے، حب رسول اور اتباع رسالت کو جو ہر فردِ مسلم کی اوّلین زینت اور ایمانی تقاضا ہے، انسان کا ذاتی مسئلہ بنا کر رکھ دیا اور اس کی ذمّہ داری سے غافل ہوگئے۔ لوگوں کی دینی رہنمائی کو اتنا غیر اہم سمجھ لیا گیا کہ جو جس کے جی میں آئے، اسلام کے نام پر لوگوں کے ذہنوں میں اُنڈیلتا رہے، چنانچہ لوگوں نے مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی کا استحصال کرنا شروع کردیا۔ حکومت کا اپنی اس ذمہ داری سے انحراف کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستانی معاشرہ دین کے نام پر گوناگوں اور منتشر خیالات وافکار کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ مفاد پرستوں نے اپنے اپنے مفاد کے لیے ایک دین کو کئی ایک فرقوں میں بانٹ کر اپنے اپنے پیروکار جمع اور مفادات منظّم کرلیے۔ اسلام کے نام پر اتنے منتشر ومتفرق پہلو لوگوں کو بتائے اور سکھائے گئے کہ ایک ملت کا تصور خواب ہوکر رہ گیا۔

پاکستانی معاشرہ کے ایک اسلامی معاشرہ ہونے کے ناطے یہاں دین کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسلامی معاشرے میں دینی مسندات اور منبر ومحراب کو تقدس کو ختم کرنا ایک گناہِ عظیم کے مترادف ہے، لیکن اتنی بڑی مؤثر نظریاتی قوت کے کسی قبلہ اور مرکز ومحور کا تعین ہی نہ کرنا اور اس کی ذمہ داری سے بالکل غافل ہوجانا ایک سنگین ملّی مسئلہ ہے۔ ہم نظریاتی اور فکری انتشار کا اس وقت تک خاتمہ نہیں کرسکتے، ان مسائل سے اس وقت تک عہدہ برا نہیں ہوسکتے، جب تک اس کی ایک سنجیدہ ذمہ داری حکومتِ وقت اپنے سر نہ لے۔ اس مسئلہ کا یہ حل نہیں کہ مذہب کے نام پر ہر خیال کی مذمت کرکے، مغربی تہذیب کو پروان چڑھا دیا جائے۔ اسلامی معاشروں میں ایسا ہونا ناممکن ہے، کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان رسولِ کریم ﷺ سے قلبی تعلق کو آخر کار نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کا حل یہی ہے کہ مسلم حکومت اپنے باشندوں کی دینی وفکری ذمہ داری کو قبول کرے اور عوام کی اصلاح وارشاد کا ایک منضبط ومنظم اور جامع پروگرام تشکیل دے۔

اوّل تو حکومتیں دینی ذمّہ داری سے ہی غافل ہیں اور اگر کبھی کسی کو اس شرعی ذمہ داری کا خیال آہی جائے تو مختلف فرقہ وارانہ رجحانات اور تنظیمیں اپنے اپنے معتقدات ونظریات کو سرکاری پلیٹ فارم سے فروغ دینے کے لیے پیش کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اس سلسلے میں واضح رہنا چاہیے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور یہاں اسلامی حکومت کے فرائض بیان ہورہے ہیں، اس لیے حکومت کو سرکاری طور پر اسے ہی نافذ اور جاری کرنا چاہیے جو کسی مزید حوالے کے بغیر صرف اور صرف اسلام ہو۔ اور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

صرف اسلام کے سلسلے میں قرآن کریم یہ واضح ہدایت دیتا ہے کہ "جب بھی تمہارا اختلاف ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔"[1] اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی صریح موجود ہے کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں: قرآنِ کریم اور میری سنت جب تک ان کو تھامے رکھو گے، گمراہ نہ ہوگے۔"[2] چنانچہ قرآن کریم اور سنتِ رسول کو ہی اُصولی طور پر نافذ کرنے کی کوشش ہونی چاہیے اور انہی دو اساسات پر ملتِ اسلامیہ کا حقیقی اتحاد ہوسکتا ہے۔ اگر حکومت اسلام کے کسی مخصوص برانڈ کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے گی تو اوّل تو وہ اسلام کا کلی مصداق نہ ہوگا اور اس پر کبھی اختلاف کا خاتمہ بھی نہ ہوسکے گا۔ نتیجۃً جس قومی انتشار کی بات کی جارہی ہے، اس کا خاتمہ ایک خواب بن کر رہ جائے گا۔

اسلام میں پاپائیت یا تھیا کریسی کا کوئی تصور نہیں، یعنی مذہب کے نام پر بعض انسانوں کا اپنے جیسے انسانوں پر حاکم بن بیٹھنا اور اللہ کی منشا و مرضی کے نام پر، لوگوں پر اپنی حکومت چلانا۔ اسلام کا دامن ان علتوں سے پاک ہے۔ اللہ کی منشا و مرضی معلوم کرنے کا واضح طریقہ ہمارے پاس قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔ چنانچہ انہی دونوں کا حقیقی نفاذ ہی اسلام کا تقاضا ہے، وگرنہ اسلام کے نام پر بعض فقہاے عظام کی تشریحات کو شریعت قرار دے کر نافذ کردینا، پاپائیت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ قرآن وسنت کی تشریح ایک علمی اہلیت کی متقاضی ہے جس کے اہل علمائے کرام ہی ہیں، لیکن اس اہلیت کے نام پر اُنہیں قرآن وسنت کو ہی نافذ کرنا چاہیے نہ کہ اپنی ذاتی آرا کو۔ اس لیے حکومتوں کو ایسے انفرادی رجحانات کے نفاذ سے بچنا چاہیے۔

الغرض اصلاحِ معاشرہ میں دین کا کردار غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے، اور اس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں، تاہم حکومتِ وقت کو اپنے شہریوں کی دینی ضروریات کی ذمہ داری بھی قبول کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں خالص کتاب وسنت کو فروغ دینے کی مساعی کرنا چاہئیں، کسی مخصوص فرقے یا نظریے کو پروان چڑھانے سے قومی اتفاق واتحاد کو مزید نقصان پہنچے گا۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

---

1 ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ:۱۰) اور
﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (النساء:۵۹)

2 «تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ» (صحیح الجامع:۲۹۳۷)

تعلیم وتعلم

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

تعلیم نسواں اور ارشاداتِ نبویہ

اسلام اور مسلمانوں کا خواتین کی تعلیم وتربیت کے بارے میں کیا موقف ہے، اور اسلام میں خواتین کی تعلیم کی کتنی ترغیب موجود ہے، خواتین کی تعلیم کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟ اس بارے میں بہت سے سوالات لوگوں کے ذہنوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام کو عورتوں کی تعلیم کا مخالف بتایا جاتا اور میڈیا میں مسلم خواتین کو تعلیم کا مطالبہ کرتے دکھایا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ملالہ یوسف زئی کو مسلم خواتین میں تعلیم کا سفیر بنا کر پیش کیا گیا اور بعض لوگوں کو خواتین کی تعلیم کا مخالف بنا کر بھی پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ سوات و وزیرستان میں طالبات سکولوں کی تباہی کے بعد یہ عام تاثر اُبھارا گیا کہ طالبان، خواتین کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ خواتین کی تعلیم کے بارے اسلامی ہدایات کیا ہیں، اس ضمن میں مسلمانوں کی روایات کیا ہیں اور ہمارا دین ہم سے اس بارے میں کیا تقاضا کرتا ہے؟ اس موضوع پر احادیثِ نبویہ سے رہنمائی ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

تعلیم ہر مرد وزن کا نہ صرف حق ہے بلکہ بطورِ مسلمان ہم پر فرض اور ہمارا طرۂ امتیاز ہے، اور اس باب میں اُصولی طور پر مرد وزن دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے، بعض لوگوں کی علاقائی روایات، کلچر یا خارجی وجوہات کی بنا پر اس بنیادی حق میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے، لیکن جہاں تک اسلام کی ہدایت اور خیر القرون سے ہمیں معلوم ہوتا ہے تو مسلم خواتین پر تعلیم کے لازمی ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں رکھی جاسکتی۔ تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں:

خواتین کو اسلامی تعلیم دینا

اس موضوع پر کتبِ احادیث سے ہمیں درج ذیل رہنمائی ملتی ہے:

① نبی کریم ﷺ نے خواتین کی تعلیم کے لئے ایک دن متعین کیا ہوا تھا جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ ثُمَّ قَالَ: «مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ» فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ! أَوْ اثْنَيْنِ؟ قَالَ فَأَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: «وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ»[1]

"ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! مرد حضرات آپ سے فرامین سیکھنے میں سبقت لے گئے، ایک دن ہمارے لئے بھی متعین فرمایئے جس میں ہم آپ سے وہ سیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے تو آپ نے کہا: تم فلاں فلاں دن، فلاں فلاں مقام پر جمع ہو جایا کرو۔ عورتیں وہاں جمع ہو گئیں تو آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور اُنہیں اللہ سے سیکھی باتیں سکھائیں۔ فرمایا: کسی عورت کے اگر تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ایک عورت بولی: اگر دو بچے فوت ہو جائیں تب؟ تو آپ نے فرمایا: دو بھی، اس نے یہ بات دوبار دہرائی تو آپ نے تین بار دو، دو، دو کہا۔"

صحیح بخاری کی احادیث میں ہی آتا ہے کہ آپ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر بھی خواتین کو علیحدہ تعلیم دیا کرتے۔ ایک بار آپ خواتین کے ہاں تھے کہ عورتوں نے شور ڈالا ہوا تھا۔ اچانک سیدنا عمرؓ پہنچ گئے تو عورتیں چپ ہو گئیں۔ عمر نے اُنہیں ڈانٹا کہ تم نبی کریم ﷺ سے نہیں گھبراتیں اور مجھ سے ڈرتی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ

قلن: نعم، أنت أفظ وأغلظ من رسول الله ﷺ[2]

"ہاں بالکل، آپ اللہ کے رسول سے زیادہ سخت اور شدید ہیں۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ خواتین کو مختلف مواقع پر تعلیم دیا کرتے، جیسا کہ سنن اربعہ میں اس پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔

۱ صحیح بخاری: ۱۰۱، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم

۲ ایضاً: ۳۰۵۱

④ خواتین کے لیے نبی ﷺ کی تعلیم کا اہتمام سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان کیا ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ «خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعْ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ»[1]

"ایک بار نبی کریم ﷺ خطبہ دے کر نکلے اور آپ کو گمان ہوا کہ خواتین تک آواز نہیں پہنچی تو آپ نے اُنہیں بھی وعظ ونصیحت فرمائی اور اُنہیں صدقہ کا حکم دیا۔ خواتین پر اس کا اثر یہ ہوا کہ کسی نے اپنے بالی اُتار دی، اور کسی نے انگوٹھی دے دی۔ سیدنا بلال ؓ اُنہیں اپنی چادر کے پلو میں اکٹھا کرنے لگے۔"

⑤ خواتین کی دینی تعلیم میں نبی کریم ﷺ اس قدر توجہ دیا کرتے کہ آپ نے خطبہ عید کے روز، حیض والی خواتین کو بھی تلقین کی کہ نماز عید میں شریک تو نہ ہوں لیکن خطبہ عید ضرور سنیں اور دعا میں شریک ہوں، جیسا کہ سیدہ حفصہؓ سے مروی ہے:

«يَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحُيَّضُ، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى»[2]

"جوان، پردہ نشین اور حیض والی عورتیں عید گاہ کے لیے نکلیں، اور خیر کے کاموں اور مسلمانوں کی دعا میں شرکت کریں۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز سے الگ رہیں۔"

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وَفِيهِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَهْجُرُ ذِكْرَ اللهِ وَلَا مَوَاطِنَ الْخَيْرِ كَمَجَالِسِ الْعِلْمِ وَالذِّكْرِ سِوَى الْمَسَاجِدِ[3]

"اس فرمان سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت نہ تو اللہ کی یاد ترک کرے اور نہ خیر کے مقامات جیسے مساجد کے علاوہ علم وذکر کی دیگر مجالس وغیرہ۔"

۱ صحیح بخاری: باب عظة الإمام النساء وتعليمهن: رقم ۹۸

۲ صحیح بخاری: باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين، رقم ۳۲۴

۳ فتح الباری: ۱/ ۴۲۴ زیر حدیث صحیح بخاری: ۳۲۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا

④ اوپر جو احادیث بیان ہوئی ہیں، ان میں خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کی بارے میں رہنمائی ملتی ہے، جہاں تک اُنہیں لکھنا پڑھنا سکھانے کی بات ہے تو احادیثِ نبویہ میں اور صحابیات کے معمولات سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی صحابیہ لیلیٰ شفاءؓ بنت عبد اللہ عدویہ قرشیہ کو تلقین کی کہ وہ آپ کی زوجہ حفصہؓ بنت عمر کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، شفاء خود راویہ ہیں کہ

دخل علي رسول الله ﷺ وأنا عند حفصة فقال لي: «ألا تـعلّمين هذه – يريد حفصة – رقية النملة كما علّمتها الكتابة»[1]

"میں سیدہ حفصہ کے پاس بیٹھی تھی کہ نبی کریم ﷺ بھی وہاں آگئے اور مجھے فرمایا: تم حفصہ کو پھنسی کا علاج بھی سکھا دو جیسا کہ تم نے اسے لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔"

اس حدیث کو سنن کبریٰ نسائی، مستدرک حاکم اور مسند احمد بن حنبل[2] میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور الاصابہ میں بھی بیان ہوئی ہے۔[3]

⑤ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ کی بھانجی عائشہ بنتِ طلحہ سے مروی ہے کہ

قلت لعائشة –وأنا في حجرها– وكان الناس يأتونها من كل مصر، فكان الشيوخ يتنابوني لمكاني منها، وكان الشباب يتأخّوني فيهدون إلي، ويكتبون إلي من الأمصار، فأقول لعائشة: يا خالة! هذا كتاب فلان وهديته فتقول لي عائشة: "أي بنية! فأجيبيه وأثيبيه؛ فإن لم يكن عندك ثواب، أعطيتك". فقالت: فتعطيني

"میں نے عائشہ صدیقہ سے کہا اور میں ان کے زیر تربیت تھی اور لوگ مختلف شہروں سے اُن کے پاس آتے تھے، اور بزرگ لوگ، سیدہ عائشہ سے میرے تعلق کی بنا پر مجھ سے رابطہ رکھتے اور نوجوان بھی مجھ سے اُخوت کا تعلق رکھتے اور مجھے ہدایا بھیجتے اور شہروں سے مجھے

1 سنن أبوداود، حدیث صحیح ۳۸۸۷، باب ماجاء في الرقی، قاله الالبانی: صحیح
2 مسند احمد بن حنبل: حدیث الشفاء بنت عبد اللہ، رقم ۲۷۰۹۵
3 عون المعبود شرح سنن ابوداود، زیر حدیث مذکور

سوالات لکھا کرتے۔ میں عائشہ صدیقہ سے کہتی: اے خالہ جان! یہ فلاں کا مراسلہ اور اس کا ہدیہ ہے۔ تو عائشہ مجھے فرماتیں: پیاری بیٹی! ان کے مراسلہ کا جواب لکھ اور درست مسئلہ بتلا۔ اگر تو درست مسئلہ سے ناواقف ہوئی تو میں تجھے سمجھاؤں گی۔ چنانچہ وہ مجھے بعض مسائل میں راہنمائی دیا کرتیں۔"

یہ حدیث امام بخاری نے باب الکتابة إلی النساء وجوابهن کے زیر عنوان اپنی کتاب الادب المفرد میں بیان کی ہے اور شیخ محمد ناصر الدین البانی نے اسے صحیح الادب المفرد میں درج کرکے اس کو حسن الاسناد قرار دیا ہے۔[1]

⑥ دورِ نبوی کی خواتین کے بارے پتہ چلتا ہے کہ

وكانت حفصة زوج النبي وابنة عمر تكتب وكانت أم كلثوم بنت عقبة تكتب. وكذلك كانت عائشة بنت سعد، وكريمة بنت المقداد، وشميلة. و وَرد أن عائشة زوج الرسول، أنها كانت تقرأ المصحف ولا تكتب[2]

"اُمّ المومنین سیدہ حفصہ بنت عمرؓ، اُمّ کلثوم بنت عقبہ، عائشہ بنت سعد، کریمہ بنت مقداد، شمائلہ لکھنا جانتی تھیں۔ جبکہ سیدہ عائشہ مطالعہ کیا کرتیں اور لکھتی نہیں تھیں۔"

خواتین کی تعلیم کی ترغیب وفضیلت اور عملی اقدام

⑦ نبی کریم ﷺ نے خواتین کی تعلیم وتربیت کو انتہائی باعثِ فضیلت امر قرار دیا، فرمایا:

«مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ» حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ

1 حدیث نمبر ۸۵۵۔ شیخ البانی مزید لکھتے ہیں: قلت: وموسى هذا هو ابن عبد الله بن إسحق بن طلحة القرشي، روى عن جماعة من التابعين، وعنه ثقتان، ذكره ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل (٤/ ١/ ١٥٠) ومن قبله البخاري في التاريخ الكبير (٤/ ٢٨٧) ولم يذكرا فيه جرحاً ولا تعديلاً، وقد ذكره ابن حبان في (الثقات)، وقال الحافظ في التقريب: "مقبول" يعني عند المتابعة، وإلا فهو لين الحديث.
2 المفصل فی تاریخ العرب بحوالہ فتوح البلدان ۴۵۸، بلاذری، انساب ۱/ ۱۳۷، الاصابہ ۴/ ۳۳۵، رقم ۶۳۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ[1]

"جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، ان کو اچھی تعلیم وتربیت دی اور ان کی شادی کردی، ان سے بہترین سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ جبکہ جریر از سہیل کی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ تین بہنیں یا تین بیٹیاں، یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں۔"

شارح سنن ابو داود مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے اپنی شرح عون المعبود میں أدّبهن کی تفسیر أي بآداب الشريعة وعلّمهن یعنی "ان کو شرعی آداب سکھائے اور ان کو تعلیم دی" سے کی ہے۔[2]

⑧ اسلام میں خواتین کی تعلیم تو کجا، خادمات کی تعلیم کی تلقین بھی موجود ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ، آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَالعَبْدُ المَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ»[3]

"تین طرح کے لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا: ایسا شخص جو اہل کتاب میں سے تھا، اپنے نبی پر بھی ایمان لایا، اور اسلام قبول کرکے نبی کریم پر بھی ایمان لے آیا۔ ایسا غلام جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کے بھی۔ اور تیسرا شخص وہ جس نے اپنی باندی کی تربیت کی اور بہترین تربیت کی۔ اس کو تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی، پھر اس کو آزاد کرکے اپنے نکاح میں لے لیا، اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔"

⑨ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو تعلیم دیں، سیدنا مالکؓ بن حویرث سے مروی ہے:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَحِيمًا رَفِيقًا، فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهَالِينَا، قَالَ: «ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ، وَعَلِّمُوهُمْ،

1 سنن ابو داود، کتاب الادب، رقم ۴۴۸۱
2 عون المعبود، زیر حدیث مذکور
3 صحیح بخاری: ۹۷، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن

وَصَلُّوا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ»[1]

"میں نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی قوم کے ساتھ آیا۔ ہم نے بیس راتیں آپ کے ہاں قیام کیا۔ آپ بہت مہربان اور نرم دل تھے۔ جب آپ نے اہل وعیال سے ہماری اُداسی محسوس کی تو فرمایا: اپنے گھروں میں چلے جاؤ اور انہی میں قیام کرو۔ ان کو تعلیم دو اور نماز پڑھاؤ، جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سب سے بڑا امامت کرائے۔"

⑩ مذکورہ فرمان پر خود عمل کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی معمول تھا جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ... خَيْرًا»[2]

"ان کو نبی کریم نے اس دعا کی تعلیم دی: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ... خَيْرًا»"

⑪ اسلام نے نہ صرف خواتین کے لئے دین کی تعلیم بلکہ دین میں مہارت اور بصیرت کو قابل تعریف قرار دیا ہے، جیسا کہ اسماءؓ بنت یزید نے سیدہ عائشہ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے:

«نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين»[3]

"انصاری خواتین بہترین عورتیں ہیں کہ دین کی گہری سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں ان کو شرم وحیا مانع نہیں۔"

⑫ صحابیات دین کی تعلیم میں بہت ذوق وشوق سے شرکت کرتیں، چنانچہ اُمِ حارثہ بنت نعمانؓ اپنے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ

"مَا حَفِظْتُ ق، إِلَّا مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ، يَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ"[4]

1 صحیح بخاری: رقم ۵۹۷
2 مسند احمد: ۲۳۸۷۰
3 صحیح مسلم: ۵۰۰
4 صحیح مسلم: رقم ۵۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"میں نے سورۂ قٓ کو نبی کریم سے سن سن کر زبانی یاد کر لیا، آپ ہر جمعہ میں اس سورت مبارکہ کے ساتھ خطبہ دیا کرتے۔"

⑬ اسلام نے خواتین کی تعلیم کو عام کیا اور شرعی مسائل پر ان کے آزادانہ استفسار کی بھی حوصلہ افزائی کی، جیسا کہ ایک بار انصاری صحابیہ اسمأ بنت یزید آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور یوں گویا ہوئیں کہ میں آپ کے پاس دیگر مسلمان عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد وزن دونوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے لیکن ہم خواتین پردہ نشین اور گھروں میں رہتی ہیں اور مرد لوگ جمعہ میں حاضری، جنائز اور جہاد میں شرکت کی بنا پر ہم سے ثواب میں آگے نکل گئے ہیں، جبکہ ہمیں ان کے مالوں کی حفاظت اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا پڑتا ہے۔ کیا ہم اپنے مردوں کے اجر میں شریک ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک صحابہ کی طرف کیا اور پوچھا:

«هل سمعتم مقالة امرأة قط أحسن من مسألتها في أمر دينها من هذه؟» فقالوا: يا رسول الله: ما ظننا أن المرأة تهتدي إلى مثل هذا فالتفت النبي ﷺ إليها ثم قال لها: «انصرفي أيتها المرأة و أعلمي من خلفك من النساء أن حسن تبعل إحداكن لزوجها وطلبها مرضاته واتباعها موافقته تعدل ذلك كله» قال: فأدبرت المرأة وهي تهلل وتكبر استبشارًا[1]

"کیا تم نے اپنے دین کے بارے اس عورت سے بہتر سوال کرنے والا کسی کو پایا ہے، صحابہ نے جواب دیا: نہیں، ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی عورت اتنا سمجھ دار گفتگو بھی کر سکتی ہے۔ نبی کریم اسماء کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے کہا: اے عورت! واپس جا کر اپنی پچھلی خواتین کو بتلا دے کہ کسی عورت کا اپنے شوہر سے حسن سلوک، اس کی رضا کی جستجو، اور اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنا، ان تمام نیکیوں کے برابر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت خوشی خوشی تہلیل و تکبیر کہتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔"

۱ شعب الایمان از امام بیہقی: ۸۷۴۳

⑭ خواتین کے دینی مسائل کو سیکھنے کی ایک عملی مثال صحیح بخاری میں سیدہ اُمّ سلمہ سے مروی ہے:

جَاءَتْ أُمُّ سُلَيمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ» فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ، تَعْنِي وَجْهَهَا، وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِينُكِ، فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا»[1]

"اُمّ سلیم نبی کریم کے پاس آکر کہنے لگیں: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اسے غسل کرنا چاہیے، تو نبی کریم بولے: ہاں جب وہ پانی دیکھے۔ یہ سن کر ام سلمہ نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ اور کہا: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہو جاتا ہے، تو آپ نے جواب دیا: ہاں، تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، اس کا بچہ اس سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟"

⑮ اسی طرح اُمّ سلمہ کی فقہی مہارت کا تذکرہ صحیحین کی اس حدیث میں ملتا ہے جسے ابوسلمہ نے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابوہریرہ سے کسی نے سوال کیا کہ شوہر کی وفات کے چالیس دن کے بعد اگر حاملہ بیوی بچہ جن دے تو پھر اس کی عدت کیا ہو گی؟ ابن عباس نے کہا کہ جو مدت بعد میں پوری ہو، وہی اس کی عدت ہے۔ جبکہ میں نے کہا کہ اس کی عدت قرآن کی رو سے وضع حمل ہی ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي -يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ- فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ: «قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى، فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَخُطِبَتْ فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَكَانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا»

"سیدنا ابوہریرہ کہنے لگے کہ میں اپنے بھائی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو ام سلمہ کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر شہید ہو گیا حالانکہ وہ حاملہ تھی۔ اس نے چالیس دن کے بعد بچہ جنا۔ پھر اس کو

۱ صحیح بخاری: باب الحیاء فی العلم، رقم ۱۳۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نکاح کا پیغام ملا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح پڑھا دیا اور ابو سنابل وہ شخص تھا جس نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔"

اس حدیث میں ایک صحابیہ سے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کا استفسار کرنے، مسئلہ پوچھنے اور باہمی اختلاف میں فیصلہ کن رائے حاصل کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

(١٦) نبی کریم ﷺ کا مشہور فرمان ہے:

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[1]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

اس حدیث کو حسن قرار دیتے ہوئے امام سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ أَلْحَقَ بَعْضُ الْمُصَنِّفِينَ بِآخِرِ هَذَا الْحَدِيثِ «وَمُسْلِمَةٍ» وَلَيْسَ لَهَا ذِكْرٌ فِي شَيْءٍ مِنْ طُرُقِهِ وَإِنْ كَانَ مَعْنَاهَا صَحِيحًا[2]

"بہت سے مصنفین نے اس حدیث کے آخر میں 'مسلمہ' کا لفظ بھی ملا دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ کسی بھی روایت میں نہیں آتا، تاہم اس حدیث کے مفہوم میں خواتین بالتبع داخل ہیں۔"

(١٧) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُنَّ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»[3]

"اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں، اور ان کو [ترک نماز پر] مارو جب وہ دس برس کی عمر کے ہو جائیں اور [اس عمر میں] ان کے بستر علیحدہ کر دو۔"

امام نووی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَالْحَدِيثُ يَتَنَاوَلُ بِمَنْطُوقِهِ الصَّبِيَّ وَالصَّبِيَّةَ، وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا بِلَا خِلَافٍ، ثُمَّ قَالَ النَّوَوِيُّ: قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى: عَلَى الْآبَاءِ

١ سنن ابن ماجہ: رقم ٢٢٤، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم ... قال الالبانی: صحیح
٢ المقاصد الحسنۃ از امام سخاوی: ٢٧٧
٣ سنن ابوداود: ٤٩٥، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة

وَالْأُمَّهَاتِ تَعْلِيمُ أَوْلَادِهِمُ الصِّغَارِ الطَّهَارَةَ وَالصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ وَنَحْوَهَا، وَتَعْلِيمُهُمْ تَحْرِيمَ الزِّنَى وَاللِّوَاطِ وَالسَّرِقَةِ، وَشُرْبِ الْمُسْكِرِ وَالْكَذِبِ وَالْغِيبَةِ وَشِبْهِهَا، وَأَنَّهُمْ بِالْبُلُوغِ يَدْخُلُونَ فِي التَّكْلِيفِ، وَهَذَا التَّعْلِيمُ وَاجِبٌ عَلَى الصَّحِيحِ، وَأُجْرَةُ التَّعْلِيمِ تَكُونُ فِي مَالِ الصَّبِيِّ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَعَلَى مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ.[1]

"یہ حدیث براہِ راست بچے اور بچی دونوں کے بارے میں ہے۔ اور دونوں کے مابین اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر امام نووی فرماتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کہتے تھے کہ ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو طہارت، نماز، روزے وغیرہ کی تعلیم دیں۔ ان کو زنا کی حرمت، لواطت وچوری کی ممانعت، نشہ آور شے، جھوٹ، غیبت اور اس جیسے برے کاموں کے بارے میں سکھائیں۔ کیونکہ بالغ ہونے کے ساتھ ان احکام کی پابندی ان پر لاگو ہو جائے گی۔ صحیح موقف کے مطابق ہر مسلمان کو یہ سکھانا واجب ہے۔ اور ایسی تعلیم کی اجرت [یتیم] بچے کے مال سے لی جائے گی، اور اگر اس کا مال نہ ہو تو جس پر اس بچے کا نفقہ واجب ہو، اس کو اس تعلیم دینے کے اخراجات ادا کرنے ہوں گے۔"

اسلام علم کا دین ہے اور اس علم کو اللہ تعالیٰ نے مرد وزن دونوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہاں عورتوں کی تعلیم کی اہمیت اس قدر ہے کہ انہی کے احکام کے لئے کئی سورتیں مختص کر دی گئی ہیں، ایک لمبی سورۃ تو سورۃ النساء کے نام سے ہی ہے، جب کہ عبد اللہ بن مسعود سورۃ الطلاق کو بھی چھوٹی سورۃ النساء کہا کرتے۔

اسلام نے عورتوں کی تعلیم کی بہت ترغیب دی ہے۔ ہنری ہشتم نے تو عیسائی عورتوں کے لیے انجیل یعنی عہد نامہ جدید پڑھنا ممنوع قرار دے دیا تھا جبکہ مسلمانوں کے ہاں خواتین کی تعلیمی روایت اتنی پختہ ہے کہ قرنِ اول میں قرآن کریم جمع کرنے کے بعد، اسے سیدہ حفصہ بنت عمر کے پاس رکھ دیا گیا تھا اور ان کی حفاظت کو معتبر و مستند سمجھا گیا تھا۔

١ المجموع از امام نووی: ١/٥٠، ٣/١١

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عورتوں کو لکھنا پڑھنا نہیں سکھانا چاہیے

مسلمانوں میں بعض لوگوں نے یہ موقف بھی اختیار کیا ہے کہ خواتین کو تعلیم دینا بالخصوص لکھنا پڑھنا سکھانا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ اُن کا موقف یہ ہے کہ

إنه أحسن المذاهب وأولاها بالصواب، وهو الذي وجدنا عليه آباءنا وهم كانوا أحسن منا، وتعليم النساء يفسد أخلاقهن، فإن المرأة التي لا تقرأ ولا تكتب تكون بعيدة عن متناول شياطين الإنس، فإن القلم كما لا يخفى أحد اللسانين، فبعدم معرفتها للقراءة والكتابة تأمن شر هذا اللسان ويضرب الحجاب المتين عليها تأمن شر اللسان الثاني، فيتم لها الأمن[1]

''یہی بہترین موقف اور درستگی کے قریب تر ہے اور اسی پر ہمارے بڑے جو ہم سے بہتر تھے، عمل کرتے آرہے ہیں۔ دراصل خواتین کی تعلیم ان کے اخلاق کو فاسد کر دیتی ہے۔ جو عورت لکھ پڑھ نہیں سکتی، وہ شیطان کے بہکاوے سے محفوظ رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے اور قلم کی زبان نہ جاننے والی اس زبان کے شر سے محفوظ رہے گی، اس شر سے محفوظ عورت دوسری زبان کے شر سے بھی آخر کار بچ جائے گی، اس طرح اس کو برائی سے پوری عافیت مل جائے گی۔ کتنی ہی عورتیں ہیں جو پڑھنے کے سبب گمراہ ہوئی ہیں، پڑھنے کی صلاحیت عورت کو معاشرے میں پھیلے تمام فسادات سے مطلع کر دیتی اور اس کے نظریات کو پراگندہ کر دیتی ہے۔''

ممانعت یا کراہت کا موقف ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ المفاتیح میں اور شیخ نعمان آلوسی رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتابچہ میں اختیار کیا ہے، جس کی تفصیل آگے نکتہ نمبر ۷ اور ۸ کے تحت آرہی ہے۔

اس موقف پر اُن کے دلائل یہ ہیں:

① سیدہ عائشہ صدیقہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے:

1 شیخ تقی الدین الہلالی نے اپنے مشہور عربی کتابچہ تعلیم الأناث وتربیتهن میں من جملہ تین مواقف کے، ایک موقف یہ بھی ذکر کیا ہے۔

«لَا تُنْزِلُوهُنَّ الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ» يَعْنِي النِّسَاءَ

اور بعض مرویات میں ان الفاظ پر یہ مزید اضافہ بھی موجود ہے کہ

«وَعَلِّمُوهُنَّ الْمِغْزَلَ وَسُورَةَ النُّورِ»[1]

''عورتوں کو محلات میں نہ ٹھہراؤ اور ان کو لکھنا پڑھنا مت سکھاؤ۔ اس کو کپڑا بننا اور سورۃ النور پڑھانی چاہیے۔''

یہی روایت مسند بزار میں ان الفاظ سے بھی ہے:

علّموهن الغَزْل، ولا تُسكنوهن الغُرف، ولا تعلموهن الخط

''ان کو سینا پرونا سکھاؤ، محلات میں نہ ٹھہراؤ، اور اُن کو لکھنا مت سکھاؤ۔''

اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے موضوع اور امام بیہقی نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن ابراہیم منکر الحدیث اور مشہور واضع حدیث ہے اور اس حدیث کو ابن حبان نے الضعفاء میں بیان کیا ہے۔ امام دار قطنی نے اسے جھوٹا بتایا اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی اکثر احادیث شاذ ہوتی ہیں۔

حافظ ابن حجر اپنی کتاب 'الاطراف' میں لکھتے ہیں کہ مستدرک حاکم والی سند میں عبد الوہاب بن الضحاک ہے جو 'متروک' راوی ہے:

إِنَّ فِي إِسْنَادِ الْحَاكِمِ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ الضَّحَّاكِ وَهُوَ مَتْرُوكٌ

امام ابن جوزی نے 'الموضوعات' میں اسے درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

هَذَا الحَدِيث لَا يَصح وَقَدْ ذكره أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَاكِمُ النَّيْسَابُورِيّ فِي صَحِيحه وَالْعجب كَيفَ خَفِي عَلَيْهِ أمره. قَالَ أَبُو حَاتِم بْن حِبَّانَ: كَانَ مُحَمَّد بْن إِبْرَاهِيمَ الشَّامِيّ يضع الحَدِيث على الشاميين لَا يحل الرِّوَايَة عَنْهُ إِلا عِنْد الِاعْتِبَار. روى أَحَادِيث لَا أُصُول لَهَا من كَلَام رَسُول الله ﷺ لَا

1 مستدرک حاکم: ۳۴۹۴، باب تفسیر سورۃ النور... قال الذہبی: موضوع

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

يحل الِاحْتِجَاج بِهِ[1]

"یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابو حاکم عبد اللہ نیشاپوری نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے لیکن قابل تعجب ہے کہ ان پر اس کا ضعف کیوں کر مخفی رہ گیا۔ ابو حاتم ابن حبان کہتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم شامی، شامیوں پر ضعیف روایتیں گھڑا کرتا تھا، اس سے تائید کے سوا کوئی روایت لینا جائز نہیں۔ اس نے ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی نبی کریم ﷺ کے کلام میں کوئی بنیاد نہیں ہے، اس سے حجت لینا درست نہیں ہے۔"

امام شوکانی رحمہ اللہ 'نیل الاوطار' میں اس روایت کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں کہ

"اس حدیث کا زیادہ سے زیادہ یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ هذا الحديث محمول على من يُخشى من تعليمها الفساد"[2]

امام شوکانی کے اس موقف پر شیخ البانی لکھتے ہیں:

أن الجمع الذي ذكره يُشعر أن حديث النهي صحيح، وإلا لما تكلف التوفيق بينه وبين هذا الحديث الصحيح. وليس كذلك، فإن حديث النهي موضوع كما قال الذهبي. وطرقه كلها واهية جداً، وبيان ذلك في سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم ٢٠١٧، فإذا كان كذلك فلا حاجة للجمع المذكور، ونحو صنيع الشوكاني هٰذا قول السخاوي في هٰذا الحديث الصحيح "إنه أصحّ من حديث النهي" فإنه يوهم أن حديث النهي صحيح أيضًا[3]

"اس حدیث کی دیگر صحیح احادیث سے تطبیق کرنے سے تاثر یہ دیا گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے، وگرنہ شوکانی اس موافقت کی کوشش ہی نہ کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ کتابت سے ممانعت کی حدیث موضوع ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔ اس کے تمام طرق انتہائی بے کار ہیں۔ اور اس کی پوری تفصیل سلسلہ ضعیفہ، نمبر ۲۰۱۷ کے تحت موجود ہے۔ اگر یہ روایت ایسی ہے

1 الموضوعات: ۲/۲۶۹، کتاب النکاح، بَاب تَعْلِيم النِّسَاء سُورَة النُّور ومنعهن من تَعْلِيم الْكِتَابَة، رقم ۵۹۰
2 نیل الاوطار: ۸/۲۴۵، باب ماجاء فی الرقی والتمائم
3 سلسلہ أحادیثِ صحیحہ، از شیخ البانی ۱/۲۹۵

تو پھر مذکور جمع و تطبیق کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور شوکانی کے اس رویہ سے ملتا جلتا سخاوی کا قول بھی ہے جنہوں نے اس موضوع پر صحیح حدیث کے ذکر کے بعد کہا کہ یہ حدیث ممانعت کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، اس جملہ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ممانعت کی حدیث بھی صحیح ہے (حالانکہ ایسا بالکل نہیں)۔"

④ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُعَلِّمُوا نِسَاءَكُمْ الْكِتَابَةَ وَلَا تُسْكِنُوهُنَّ [الغرف] الْعَلَالِيَّ» وَقَالَ «خَيْرُ لَهْوِ الْمُؤْمِنِ: السِّبَاحَةُ، وَخَيْرُ لَهْوِ الْمُؤْمِنَةِ: الْمِغْزَلُ»[1]

"اپنی عورتوں کو لکھنا مت سکھاؤ، ان کو بالا خانوں میں مت ٹھہراؤ، مزید فرمایا: مؤمن کی بہترین تفریح تیراکی اور مؤمنہ کی بہترین تفریح کاتنا کڑھائی ہے۔"

یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں جعفر بن نصر راوی کے بارے میں امام ذہبی کا کہنا ہے کہ وہ متہم بالکذب ہے۔ ابن جوزی نے العلل المتناہیہ میں اس کو ناقابل اعتبار راوی قرار دیا۔ امام شوکانی نے کہا کہ وہ ثقہ راویوں سے باطل اقوال بیان کیا کرتا تھا۔

امام ابو الفرج ابن جوزی لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيث لَا يَصح. قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: جَعْفَر بْن حَفْص كَانَ يحدث عَنِ الثقاة بِمَا لم يحدثوا بِهِ. وَقَالَ ابْن عدى: يحدث عَن الثقاة بِالْبَوَاطِيل وَله أَحَادِيث مَوْضُوعَات عَلَيْهِم.[2]

"یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ جعفر بن حفص ایسے ثقات سے روایت کرتا ہے جنہوں نے اس سے وہ حدیث بیان نہیں کی ہوتی۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے باطل روایات بیان کرتا ہے اور اُن پر باتیں گھڑ کر بیان کرنے کا عادی ہے۔"

امام جلال الدین سیوطی ضعیف احادیث پر اپنی کتاب میں یہ حدیث درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

1 الکامل لابن عدی، الضعفاء لابن حبان بحوالہ الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للشوکانی: ۱/۱۲۷، رقم ۲۷
2 الموضوعات: ۲/۲۶۸، کتاب النکاح، بَاب تَعْلِيم النِّسَاء سُورَة النُّور ومنعهن من تَعْلِيم الْكِتَابَة، رقم ۵۸۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لَا يَصِحُّ جَعْفَر بْن نصر حدَّث عَنِ الثِّقَات بِالْبَوَاطِيل[1]

"جعفر بن نصر قابل اعتماد راوی نہیں ہے، یہ ثقہ راویوں سے باطل اقوال بیان کیا کرتا ہے۔"

ابو احمد ابن عدی جرجانی نے 'الکامل فی الضعفاء' میں جعفر بن نصر کی من جملہ باطل روایات کے اس کو بھی پیش کیا ہے اور کہا کہ

وهذان الحديثان لَيْسَ لهما أصل فِي حديث حفص بن غياث[2]

"حفص بن غیاث سے یہ دو روایات جو اس نے بیان کی ہیں، ان کی حفص بن غیاث سے کوئی بنیاد نہیں ہے۔"

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابو میمون جعفر بن نصر عنبری کوفی کا تذکرہ کرکے اس کی روایت کردہ باطل روایات میں بطور مثال سیدنا عبد اللہ بن عباس سے مروی مذکورہ بالا روایت کو پیش کیا گیا ہے۔[3] امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں بھی ایسے ہی کیا ہے۔[4]

امام نورالدین علی بن محمد الکنانی (م ۹۶۳ھ) نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعہ میں زیر نمبر ۳۳، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا ابن عباسؓ کے اقوال درج کرنے کے بعد ان کے ضعف کی صراحت کی ہے۔[5]

④ سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا یہ قول بیان کیا جاتا ہے:

"لَا تُسْكِنُوا نِسَاءَكُم الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ وَاسْتَعِينُوا عَلَيْهِنَّ بِالْعُرَى وَقَالَ أَيْضًا: اسْتَعِيذُوا بِالله مِنْ شِرَارِ النِّسَاءِ وَكُونُوا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلَى حَذَرٍ"

"اپنی عورتوں کو بالاخانوں میں مت ٹھہراؤ، انہیں لکھنا مت سکھاؤ، اور سختی کے ذریعے ان کی نگہداشت کرو۔ مزید فرمایا: بدترین عورتوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرو اور نیک عورتوں سے بھی محتاط رہو۔"

١ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ: ۲/۱۴۳، کتاب النکاح
٢ الکامل فی الضعفاء از ابن عدی: ۲/۳۹۵، رقم ۳۴۶
٣ لسان المیزان از حافظ ابن حجر، تحقیق ابو غدۃ: ۲/۴۷۹، رقم ۱۹۲۸
۴ میزان الاعتدال از امام ذہبی: ۱/۴۱۹، رقم ۱۵۴۱
۵ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ: ۲/۲۰۹

اس قول کے بارے میں شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

موضوع ومثله: واستعينوا عليهن بالعرى[1]

"یہ بھی موضوع ہے، اور مذکورہ بالا قول بھی موضوع ہی ہے۔"

آپ مزید لکھتے ہیں:

رواه ابن عدي في "الكامل" (١/١٣ و١/٣١٣ - ط)، والطبراني في "الأوسط" (٢/٢٢٣/٢/٨٤٥٢ - بترقيمي و٩/١٣٣/٨٢٨٣ - ط) عن إسماعيل بن عباد المزني: حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس مرفوعا، وقال ابن عدي: "وهذا الحديث بهذا الإسناد منكر، لا يرويه عن سعيد غير إسماعيل هذا، وليس بذلك المعروف".

قلت: وقال الدارقطني: "متروك" وقال ابن حبان: "لا يجوز الاحتجاج به بحال" وأعلّه الهيثمي (٥/١٣٨) بشيخ الطبراني: موسى بن زكريا ضعيف.

قلت: وهو مردود، فإنه متابع عند ابن عدي، والعلة ما ذكرنا.

وروى ابن أبي شيبة في "مصنفه" (٤/٤٢٠) عن عمر أنه قال: "استعينوا على النساء بالعري، إن إحداهن إذا كثرت ثيابها وحسنت زينتها أعجبها الخروج". قلت: وفيه أبو إسحاق، وهو السبيعي مدلس مختلط. وقد روي الحديث مرفوعا من حديث مسلمة بن مخلد نحوه، وسنده ضعيف جدًّا أيضًا

"ابن عدی نے الکامل میں، طبرانی نے الاوسط میں اس قول کی اسناد بیان کی ہیں اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ متروک ہے، اس کو سعید سے اسمٰعیل بن عباد کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا، جبکہ وہ 'معروف' نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دار قطنی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ ابن حبان کے مطابق کسی بھی صورت اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ جہاں تک طبرانی کی سند کا تعلق ہے تو ہیثمی نے یہ خرابی پیش کی ہے کہ ان کے استاد موسیٰ

١ السلسلۃ الضعیفہ از ناصر الدین البانی: ۵/۳۷، رقم ۲۰۲۲

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بن زکریا ضعیف راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ تو قابل قبول ہی نہیں ہیں۔ وہ ابن عدی کے ہاں متابع ہیں، اور وجہ وہی ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سیدنا عمر سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ سختی کے ذریعے ان کی نگہداشت کرو۔ ان میں کوئی ایک کے جب کپڑے زیادہ ہو جائیں اور اس کی زینت میں اضافہ ہو جائے تو اسے باہر نکلنا اچھا لگتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں ابو اسحٰق سبیعی ہے جو مدلس اور مختلط ہے۔ اور یہ روایت مسلمہ بن مخلد وغیرہ سے بھی مرفوعاً بیان کی گئی ہے، حالانکہ اس کی سند بھی بے حد ضعیف ہے۔''

اس قول کی امام ابن جوزی نے الموضوعات[1] میں، امام سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ[2]، امام کنانی نے تنزیہ الشریعہ[3] میں، محمد بن طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات[4] میں ضعف کی صراحت کی ہے۔

④ سیدہ عائشہ صدیقہ سے یہ روایت کیا جاتا ہے کہ

"إذا رأيتم النساء يجلسن على الكراسى، ويقلن: حدثنا وأخبرنا، فأحرقوها بالنار، فإني سمعت رسول الله يقول: «إذا كان آخر الزمان يجلس العلماء والفقهاء في البيوت وتظهر النساء ويقلن: حدثنا وأخبرنا، فإذا رأيتم شيئا من ذلك فأحرقوهن بالنار»[5]

''جب تم عورتوں کو دیکھو کہ مسندوں پر براجمان ہو کر، حدثنا و أخبرنا کہہ رہی ہوں تو ان کو آگ سے جلا ڈالو کیونکہ میں نے نبی مکرم کو یہ کہتے سنا کہ جب آخری زمانہ ہو گا تو علما و فقہا گھروں میں بیٹھ جائیں گے، اور عورتیں باہر نکل کر حدثنا و أخبرنا سکھانا شروع کر دیں گی۔ جب تم ایسا پاؤ تو ان عورتوں کو آگ سے جلا ڈالو۔''

1 الموضوعات: ۲/ ۲۸۲
2 اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: ۲/ ۱۵۳
3 تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الشنیعہ: ۲/ ۲۱۲، رقم ۴۳
4 تذکرۃ الموضوعات: ۱/ ۱۲۹
5 مسند فردوس از دیلمی: ۱/ ۱رق ۱۴۰،

یہ حدیث ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس میں محمد بن علی ہاشمی نامی راوی ضعیف ہے[1]۔ نیز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا زندگی بھر کا عمل اس کی تردید کر رہا ہے۔ امام محمد بن طاہر محدث پٹنی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔[2]

⑤ علامہ ابن تیمیہ کے شاگردِ رشید اور نامور قاضی وفقیہ ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'الآداب الشرعیہ' میں ان تمام احادیث کو بیان کیا ہے جن میں عورتوں کو لکھنا سکھانے سے روکا گیا ہے، اور سب کو بیان کرنے کے بعد، ان احادیث کے ضعف کی صراحت کی ہے:

وَقَدْ سَرَدَ ابْنُ مُفْلِحٍ فِي الْآدَابِ الشَّرْعِيَّةِ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يُؤْخَذُ مِنْ ظَاهِرِهَا النَّهْيُ عَنْ تَعْلِيمِ النِّسَاءِ الْكِتَابَةَ، إِلاَّ أَنَّهُ قَدْ ضَعَّفَ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ، أَوْ أَعَلَّهَا بِالْوَضْعِ[3]

⑥ بعض عرب شعرا بھی ان مرویات اور خیالات سے متاثر ہوئے جیسا کہ مشہور دیوانِ حماسہ کا شارح عربی شاعر ابو العلاء معری (۴۴۹ھ) کہتا ہے:

علموهن الغزل والنسج والرد　　ن وخـــلوا كتـــابـــة وقـــراءة
فصلاة الفتاة بالحمد والإخـلا　　ص تجــزئ عن يـــونس وبـراءة

''خواتین کو کپڑے کاتنا اور بننا ہی کافی ہے، ان کے لئے لکھنا پڑھنا رہنے ہی دو۔ ایسے ہی لڑکیوں کا نماز میں سورۃ الحمد اور الاخلاص پڑھ لینا، ان کو سورۃ یونس اور سورۃ البراءۃ پڑھانے سے کفایت کر جائے گا۔''

⑦ بعض اہل علم نے باقاعدہ موضوع بنا کر مسلم عورتوں کے لکھنے کی ممانعت پر رسائل لکھے، جیسا کہ شیخ نعمان آلوسی نے الإصابة في منع النساء من الكتابة کے نام سے مستقل رسالہ تحریر کیا۔[4]

1 الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ مما لیس فی سلسلۃ الالبانی: رقم ۷۴ و ذیل المیزان از عبد الرحیم عراقی: ۱/ ۴۰۴،
2 تذکرۃ الموضوعات از محدث پٹنی: ص ۲۷
3 الآداب الشرعیہ از ابن مفلح: ۳/ ۲۹۶
4 اس رسالہ کا مخطوطہ 'مکتبہ اوقاف' بغداد میں موجود ہے۔ فہرست مخطوطات میں زیر نمبر: ۱/ ۳۸۳... اور انٹرنیٹ پر بھی

مجلس التحقيق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

⑧ بعض فقہا نے بھی یہ موقف اختیار کیا ہے اور وہ بعد کے اَدوار میں، اس کو پسندیدہ امر نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) المرقاۃ میں رقم طراز ہیں:

يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ جَائِزًا لِلسَّلَفِ دُونَ الْخَلَفِ لِفَسَادِ النِّسْوَانِ فِي هَذَا الزَّمَانِ، ثُمَّ رَأَيْتُ قَالَ بَعْضُهُمْ: خُصَّتْ بِهِ حَفْصَةُ لِأَنَّ نِسَاءَهُ ﷺ خُصِصْنَ بِأَشْيَاءَ قَالَ تَعَالَى: ﴿يَانِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [الأحزاب: ٣٢] وَخَبَرُ "لَا تَعَلَّمْنَ الْكِتَابَةَ"، يُحْمَلُ عَلَى عَامَّةِ النِّسَاءِ خَوْفَ الْإِفْتِتَانِ عَلَيْهِنَّ.[1]

"شفاء کی حدیث کے بعد احتمال یہ ہے کہ خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا پہلے زمانوں میں جائز ہو لیکن موجودہ زمانوں میں عورتوں میں پھیل جانے والے فتنہ فساد کی بنا پر ایسا جائز نہیں۔ میری نظر سے بعض کا یہ قول بھی گزرا ہے کہ سیدہ حفصہ کے لیے یہ نبی کریم کا خاص حکم تھا، جیسا کہ ازواجِ مطہرات کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور "لَا تَعَلَّمْنَ الْكِتَابَةَ" والا فرمان عام عورتوں کے لیے ہے، ان کے فتنہ میں مبتلا ہوجانے کے ڈر سے۔"

ملا علی قاری کے اس موقف کا تفصیلی جواب علامہ شمس الحق عظیم آبادی جو سنن ابو داود کی مایہ ناز شرح عون المعبود کے مصنف ہیں، نے ایک مستقل کتاب کی صورت میں دیا ہے جس کا نام عقود الجمان في جواز الكتابة للنسوان ہے۔ یہ موقف برصغیر میں بعض فقہا کے ہاں بھی پایا گیا ہے لیکن مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'بہشتی زیور' میں خواتین کو مختلف خطوط لکھنے اور پڑھنے کی عملی تعلیم دے کر، گویا عملاً اس رجحان کے خاتمے کی کوشش کی ہے۔

الغرض خواتین کو تعلیم نہ دینے کا موقف مسلم اُمہ میں پروان نہیں چڑھ سکا کیونکہ احادیثِ نبویہ میں وضاحت کے ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت کی تلقین وترغیب بلکہ حکم موجود ہیں، چنانچہ

① مجد ابن تیمیہ اپنی کتاب منتقی الاخبار میں شفاء کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هو دليل على جواز تعلّم النساء الكتابة

اس کا متن دستیاب ہے۔

۱ مرقاۃ المفاتیح: ۷/ ۲۸۸۴

"اس میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز کی دلیل وضاحت سے موجود ہے۔"

② اور یہی موقف حافظ ابن قیم نے بھی 'زاد المعاد' میں پیش کیا ہے:

وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ تَعْلِيمِ النِّسَاءِ الْكِتَابَةَ[1]

③ شارح سنن ابو داود، امام خطابی فرماتے ہیں کہ

فيه دلالة على أن تعلم النساء الكتابة غير مكروه

"اس حدیث میں دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا ناپسندیدہ نہیں ہے۔"

④ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ خواتین کے لکھنے کی مخالفت پر مبنی روایات کی عقلی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر اُس روایت میں ان کے لئے لکھنے کی ممانعت کو مان لیا جائے جن کو تعلیم سے فساد میں پڑنے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ شوکانی کا موقف ہے تو پھر اس ممانعت کو عورتوں سے مخصوص کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ فساد کا یہ خوف صرف عورتوں سے مخصوص نہیں بلکہ کتنے ہی مرد بھی ایسے ہیں جو لکھنے پڑھنے کی بنا پر اپنے دین اور اخلاق میں فساد کا شکار ہوگئے، کیا اس بنا پر ان کے لئے بھی لکھنا منع ہونا چاہیے۔ بلکہ پڑھنے کی صلاحیت بھی ممنوع ہونی چاہئے کیونکہ پڑھنا بھی لکھنے کے مثل ہی ہے، امکانی فساد میں۔

حالانکہ درست بات یہ ہے کہ لکھنا پڑھنا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتوں میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی اقرا میں اس کو الذي علّم بالقلم سے جتلایا ہے۔ یہ بھی من جملہ اُن انعامات کے ہے، جو اللہ نے اپنے بندوں پر احسان کئے ہیں، اور انسانوں سے چاہا ہے کہ وہ اس نعمت کو اللہ کی اطاعت میں استعمال کریں۔ اگر کوئی فرد اس کو ناپسندیدہ مقام پر استعمال کرتا ہے تو اس بنا پر اس کا نعمت ہونا ختم نہیں ہوجاتا جیسا کہ بصارت، سماعت، تکلم وغیرہ کی نعمتیں ہیں، ایسے ہی لکھنے پڑھنے کی نعمت ہے۔ والدین کے لئے جائز نہیں کہ اپنی بیٹیوں کی اخلاقی تربیت کے نام پر ان کو لکھنے پڑھنے سے محروم رکھیں۔ جس طرح یہی بات ان کے بیٹوں کے حق میں بھی ضروری ہے اور اس سلسلے میں لڑکا لڑکی کے مابین فرق نہیں ہے۔

والأصل في ذلك أن كل ما يجب للذكور وجب للإناث، وما يجوز لهم

۱ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۴/ ۱۷۰

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

جاز لهن ولا فرق، كما يشير إلى ذلك قوله ﷺ «إنما النساء شقائق الرجال»، رواه الدارمي وغيره، فلا يجوز التفريق إلا بنص يدل عليه، وهو مفقود فيما نحن فيه، بل النص على خلافه، وعلى وفق الأصل، وهو هذا الحديث الصحيح، فتشبث به ولا ترض به بديلاً، ولا تصغ إلى من قال:

ما للنساء وللكتابة — والعمالة والخطابة

هذا لنا ولهن منا — أن يبتن على جنابة!

فإن فيه هضماً لحق النساء وتحقيراً لهن، وهن كما عرفت شقائق الرجال[1]

''اس باب میں اصل یہ ہے کہ جو کچھ مردوں کے لیے واجب ہے، وہی عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ جو ان کے لیے جائز ہے، وہ ان کے لیے بھی جائز، اور دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی طرف نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان رہنمائی کرتا ہے کہ عورتیں مردوں کے سگے بھائیوں کی مثل ہیں۔ اس فرمان کو داری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ سو دونوں صنفوں کے مابین روا رکھا جانے والا کوئی بھی فرق شرعی دلیل کا محتاج رہتا ہے جو اس باب (یعنی تعلیم) میں مفقود ہے بلکہ فرمان نبی کی صراحت اس کے برعکس موجود ہے یعنی اصل کی تائید میں جو کہ مذکورہ بالا صحیح حدیث ہے۔ آپ کو اس پر ہی جم جانا چاہیے اور اس کے متبادل پر راضی نہیں ہونا چاہیے اور اس قول کی اتباع نہ کرنا چاہیے جو یوں کہتے ہیں کہ عورتوں کو لکھنے، خطابت کرنے اور ملازمتیں کرنے سے کیا مطلب۔ یہ تو ہم مردوں کے کام ہیں اور ان کا فرض ہماری طرف سے یہ ہے کہ وہ جنابت میں رات بسر کریں۔ اس موقف میں عورتوں کے حقوق کو ہضم کرکے، ان کی تحقیر کا رویہ اختیار کیا گیا ہے، حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ صحیح فرمانِ نبوی کی رو سے وہ مردوں کے مماثل ہیں۔''

۱ سلسلہ احادیثِ صحیحہ، از شیخ البانی ۱/۳۹۵

magazine.mohaddis.com

ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر[1]

میڈیا کا کردار اور قرآنی تعلیمات

عصر حاضر میں جہاں انسان نے اپنی قابلیت و استعداد کے جوہر متعدد شعبہ ہائے زندگی میں دکھلائے ہیں، ان میں ذرائع وسائل یا ذرائع ابلاغ ایک اہم موضوع ہے جو اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ انسان کا موضوع بحث ہے۔ ذرائع وسائل کا استعمال خواہ قوی سطح پر ہو یا بین الاقوامی سطح پر، تعمیر و تخریب دونوں مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سعادت مند ہے وہ فرد یا قوم جو وسائل کا استعمال ذاتی اور اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کرتی ہے، جب کہ ان وسائل کا منفی مقاصد کے لیے استعمال ملک و قوم کے مفاد میں نہیں۔ میڈیا کے کردار کے حوالے سے قرآن ہمیں درج ذیل رہنمائی کرتا ہے:

تقویٰ اور خدا خوفی

نیکی و صالحیت کے لیے آمادہ کرنے والی مہتم بالشان چیز تقویٰ یا خوفِ خدا ہے۔ یہ خوفِ خدا زبردست ضابطے و حکمران (Controller) کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے کی کوئی روایت، حکومت کا کوئی ضابطہ اور پولیس کا کوئی ڈنڈا آبادی میں، روشنی میں، چوراہوں اور شاہراہوں پر تو کام آتا ہے، لیکن آبادی سے دور کسی صحرا اور کسی ویرانے میں، بند کمرے میں، مخصوص چہار دیواری کے اندر یا رات کی مہیب و پُرخطر تاریکی میں صرف اور صرف تقویٰ کا قانون کام کرتا ہے۔ اس خوف و خشیت الٰہی کی بنیاد پر ایک فرد اور معاشرے کی زندگی میں جن اخلاقِ فاضلہ کی نشوونما ہوتی ہے، اس کی بنا پر رب العالمین کی جانب سے اس کے معزز ہونے کا اعلان ہوتا ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[2]

''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر

۱ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۲ سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳

magazine.mohaddis.com

سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔"

اسی مضمون کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں جو نہایت اہم ہدایات پر مشتمل تھا یوں بیان فرمایا کہ

"کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ کیونکہ تم بھی آدم کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔"[1]

راست بازی اور عدل وانصاف

صدق اور عدل، تقویٰ کے نمایاں ترین مظاہر میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں کہیں سچائی کا طریقہ اختیار کرنے والوں کی متقین سے تعبیر کیا جاتا ہے[2]، تو کہیں عدل وانصاف کے طریقے کو تقویٰ سے قریب تر بتایا جاتا ہے۔[3] صدق وعدل ذرائع ابلاغ کا حسین زیور ہے۔ میڈیا اگر ان اوصاف سے عاری ہو جائے اور اس کے بجائے پروپیگنڈا، جھوٹ، فریب، ناانصافی، دھوکا اور تعصب کے ولدل میں پھنس جائے تو اپنی وقعت کھو بیٹھتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ ان عیوب ونقائص کے ساتھ عصرِ حاضر میں بے پناہ قوت واثر کا حامل میڈیا اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے اور عوام وخواص کی نگاہوں میں مشکوک ومشتبہ ہی نہیں بلکہ مذموم بن جاتا ہے۔ صحت منداور کامیاب میڈیا کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت مہمیز کا کام کرتی ہے اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو فکر وعمل کی دعوت دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اللہ رب العزت کا ارشاد جس میں صدق وعدل کی دونوں خصوصیات اصلاحِ اعمال اور عفو تقصیرات کی ضمانت کے طور پر جلوہ گر ہیں :

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ ﴾[4]

۱ مسند احمد ۲:۲۶۱

۲ سورۃ المائدۃ:

۳ سورۃ الاحزاب:۷۰۔۷۱

۴ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۴۲، ادارۃ المعارف، کراچی پاکستان

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کیا کرو۔ اللہ تمھارے اعمال سنوار دے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"

ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں شہادت کا اقرار کرتا ہوں مگر اسلام لانے کی اپنے آپ میں جرأت نہیں پاتا کیونکہ مجھ میں فلاں عیب بھی ہے اور فلاں بھی۔ آپؐ نے اس فرمایا: کیا تم مجھ سے جھوٹ چھوڑنے کا اقرار کرتے ہو؟ وہ کہنے ل: گاہاں! آپؐ نے فرمایا: تمہارا اسلام منظور۔ چنانچہ جب بھی وہ کوئی برائی کرنے لگتا تو اسے خیال آتا کہ فلاں آدی یا اللہ کا رسول مجھ سے پوچھے گا یا قیامت کو اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو میں جھوٹ تو بول نہیں سکتا پھر کیا ہو گا؟ اس خیال سے وہ اس عیب سے باز رہتا۔ آہستہ آہستہ اس کے تمام اعمال درست ہو گئے۔ یہ تو صرف جھوٹ چھوڑنے کی بات تھی جبکہ قولِ سدید کا اہتمام کرنا بہت اعلیٰ اخلاقی قدر ہے پھر اس سے انسان کے اعمال کیوں درست نہ ہوں گے اور جب اس کے اعمال درست ہوں گے تو سابقہ گناہ اللہ تعالیٰ خود ہی حسبِ وعدہ معاف فرما دیں گے اور یہ سب کچھ اسی صورت ہی ممکن ہے جب اللہ سے ڈرتا ہو اور اللہ اور اس کے رسول کا مطیع فرمان ہو اس شخص کی اخروی زندگی بھی بہر حال بہت کامیاب زندگی ہو گی۔[1]

جواب دہی کا احساس اور فکرِ آخرت

کوئی فرد، معاشرہ، تنظیم اور حکومت جب ذمہ دار اور جواب دہ ہو تو اس سے حسن عمل اور اچھی کارکردگی کی توقع ہوتی ہے۔ یوں بھی اس کی تعبیر کی جاتی ہے کہ جو شخص یا معاشرہ جتنا ذمہ دار اور جواب دہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کی جانب سے خیر کی توقع ہوتی ہے۔ وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے۔ جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہو جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، برائیوں سے مجتنب ہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے، کیونکہ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جواب دہی کا احساس کسی کو بھی اعمالِ صالحہ کی انجام دہی میں متحرک وفعال بنائے رکھتا ہے۔ اگر وسائل ترسیل

۱ مسند احمد:۶/۱۵۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران اس جہت سے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی اور لازوال مسرتوں کے طلب گار بن کر لائحہ عمل طے کریں تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی۔

موت کے بعد کی زندگی کا احساس اور خوفِ خدا، یہ بنیادی اوصاف ہیں جن کا حامل ایک فرد ذمہ دارانہ زندگی گزارتا ہے۔ اس دنیا کو وہ امتحان گاہ اور آخرت کی کھیتی سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے لیے کوشاں وسرگرم عمل رہتا ہے، تاکہ عالم نتیجہ گاہ میں اپنے آپ کو سرخ رو اور سعادت مند بنائے۔ اسی طرح خوفِ خدا کی بنیاد پر اس کے اندر ان اخلاقِ حسنہ کو جلا ملتی ہے جن کی بنا پر وہ بہت محتاط ہو جاتا ہے اور ہر شعبۂ عمل میں خدا کی مرضی کا علم بردار بن کر اپنی مصروفیات و مشغولیات کا رخ متعین کرتا ہے۔ اس لیے وہ اسی بیش قیمت سرمایے کی بنا پر خالقِ حقیقی کی طرف سے اسے سند اعزاز بھی عطا کی جاتی ہے۔ یقیناً یہ دونوں خوبیاں قرآنی تعلیمات میڈیا یا ذرائع ابلاغ کو انسانیت کے لیے با مقصد اور مفید تر بنانے میں سرگرم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کو توشۂ راہ بنا کر میڈیا اگر رختِ سفر باندھے اور دنیا کی منڈی میں آئے تو ایک طرف بلا شک وشبہ عوام وخواص اور علما وجہلا سب کی جانب سے راست رو، ایمان دار، بے باک اور شفافیت سے پر ہونے کی سند حاصل ہو گی، اور دوسری طرف بے لاگ تبصروں اور خبر رسانی کے یہ ذرائع ان کے ذمہ داروں کو خالق حقیقی کی نگاہ میں بھی محترم اور باعزت بنا دیتے ہیں۔

قیاس وگمان کے بجائے حقائق

قیاس وگمان اور شک وشبہے پر مبنی بات بھی بے وزن ہوتی ہے اور بالعموم اس قسم کی باتیں کرنے والے افراد یا وسائل اطلاع وترسیل کو صحت مند فکر کا حامل قرار نہیں دیا جاتا۔ عوام وخواص ہی ایسے ذرائع ووسائل یا ایسے اشخاص وجماعتوں سے بد ظن ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ چیزیں حقائق سے اغماض برتنے کی راہ ہموار کرتی ہیں اور افواہوں کو پروان چڑھاتی ہیں جن کے بسا اوقات سنگین نتائج تصادم اور جنگ وجدال کی شکل میں سامنے آتے ہیں اور امن وآشتی کے ماحول کو مکدر کر دیتے ہیں۔ اس شکل میں میڈیا جس سطح کا ہو، اسی سطح کے مفاسد کو پنپنے کا موقع ملتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ بعض

قیاس وگمان اور ظن وتخمین کا سرا گناہوں سے مل جاتا ہے۔[1] بایں طور ذرائع ابلاغ میں قیاس وگمان صرف یہی نہیں کہ صداقت کے لحاظ سے کسی چیز یا اطلاع کو مشکوک ومشتبہ بنا دیتے ہیں بلکہ اس کا ارتکاب گناہ ہوتا ہے۔ قیاس وگمان اور شک وشبہے سے بالا ہو کر حقائق کو شستہ اور شگفتہ انداز میں منظر عام پر لانا دراصل امانت کا تقاضا ہے۔ اس کے برخلاف شکوک وشبہات کے سہارے کوئی بات کہنا بڑی خیانت ہے اور تلخ نتیجے کے طور پر بسا اوقات ندامت وشرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت میڈیا کو شفافیت سے ہم کنار کرنے اور بامقصد بنانے کے لیے نسخہ شافی کے طور پر ملاحظہ کی جائے :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ ۞ ﴾[2]

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كفى بالمرء كذبا أن يحدّثَ بكل ما سمِع»[3]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات (بغیر تحقیق) آگے بیان کر دے۔"

آج کے دور میں میڈیا کا معمول یہ ہے کہ کبھی نامعلوم، اور کبھی فاسق وفاجر افراد کے توسط سے ایسی ایسی خبریں بیان کرتے ہیں، جن کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ تشکیل دی جاتی ہے۔ اگر خبروں کے بیان کرنے میں ان اُصولوں کی پاسداری کی جائے جن کو مسلم محققین نے کئی صدیاں قبل ہی کسی خبر کے ثبوت کے لیے متعارف کرا دیا تھا اور پھر عملاً ان پر انہوں نے عمل کر کے بھی دکھا دیا، تو بے شمار حقائق درست طور پر واضح ہو سکتے ہیں۔

حقائق کو مسخ کرنے اور لغویات کی نفی

عام طور پر ذرائع ابلاغ کا یہ منفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ واقعات کو من وعن بیان کرنے کے

---

۱ سورۃ الحجرات:۶

۲ سورۃ الحجرات:۶

۳ صحیح مسلم:۵

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بجائے حذف واضافہ اور قطع وبرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کردیا جاتا ہے۔ کبھی کسی کی تعریف اس حد تک کی جاتی ہے کہ آسمان وزمین کے قلابے ملادیے جاتے ہیں اور کبھی کسی کی تحقیر وتذلیل پر ذہن آمادہ ہوتا ہے تو اسے ذلت وپستی کے قعر عمیق میں گرادیا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرائے میں بیان کرنا قابلِ ستایش ہے لیکن نمک مرچ لگاکر، تصنع اور تکلف کے لبادے میں ملمع کاری کرنا اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق وواقعات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، محض شہرت اور بازار میں اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن میڈیا کے نام پر یہ جذبات کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

قرآن مجید نے اس عمل کو 'لہو الحدیث' سے موسوم کیا ہے جس کی تعبیر کلامِ دل فریب یا کلام لغو سے بھی کی جاتی ہے۔ ایسے کلام دلفریب دراصل ضلالت وگمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل بد کا انجام بھی اہانت آمیز عذاب کی شکل میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ ہدایات میڈیا اور ان کے ذمہ داروں سے متعلق ایک زبردست تنبیہ ہیں، ان میں وعظ ونصیحت کا سامان بھی موجود ہے :

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝۶ ﴾ [1]

''اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکادے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑادے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

لہو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ گانے بجانے اور سازومضراب سے کراہیت

لہو الحدیث سے مراد وہ بات شغل، کھیل یا تفریح ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل رکھے۔ خواہ یہ شغل گانا بجانا ہو یا دلچسپ ناول اور ڈرامے ہوں یا کلب کی تفریحات ہوں یا ٹی وی کا شغل ہو یا ڈرامے اور سینمابینی ہو۔ غرض لہو الحدیث کا اطلاق عموماً مذموم اشغال پر ہوتا ہے۔ اس لفظ کی تشریح مندرجہ ذیل احادیث وآثار کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے:

① سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ''قرآن مجید میں لہو الحدیث کا لفظ گانا اور موسیقی کے لیے آیا ہے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ گانا بجانا یوں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سے گھاس

1 سورۃ لقمان:6

اور سبزہ اُگ آتا ہے۔''[1]

② سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور میرے پروردگار عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں، گاجوں، سازومضراب، بتوں اور صلیبوں اور امر جاہلیت کو ختم کروں۔''[2]

③ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گانا بجانا کرنے والی عورتوں کو نہ بیچو، نہ خریدو اور نہ انہیں یہ کام سکھاؤ اور ان کی اُجرت حرام ہے۔''[3]

④ حضرت مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا کو، ریشم کو، شراب کو اور معازف یعنی سازومضراب اور گانے بجانے کو حلال کرلیں گے۔''[4]

پیش نظر آیتِ کریمہ کی معنویت اس امر میں پنہاں ہے کہ ایک فرد ہو یا معاشرہ یا اطلاعات ونشریات کے ذرائع علم وآگہی کے بغیر اگر باتوں کو نشر کرتے اور سطحی مقاصد کے حصول کے لیے حقائق وشواہد کے بالمقابل خانہ ساز اور خود ساختہ افکار وبیانات کی تشہیر کے ذریعے عوام کی تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں، تو گویا یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس لیے کہ اس طریقہ عمل سے حق وصداقت کا رخِ زیبا داغ دار ہوتا ہے بلکہ حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں اور کذب، بطلان، فریب اور جھوٹ معاشرے میں پھیل کر فتنوں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔

فحاشی کا انسداد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝۱۹ ﴾ [5]

1 فتاویٰ ابن باز اُردو ترجمہ: ۱/۲۱۳
2 احمد بحوالہ مشکاۃ المصابیح۔ کتاب الحدود، باب بیان الخمر وشاربہا، فصل ثالث
3 ترمذی، ابواب البیوع۔ باب کراھیۃ المغنیات
4 بخاری کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ
5 سورۃ النور:19

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے، وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت جامع اور فکر انگیز ہے:

"موقع و محل کے لحاظ سے تو آیت کا براہِ راست مفہوم یہ ہے کہ جو جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور اُنھیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بد اخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں، لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق اعمال بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بد اخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لیے جذبات کو اُکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہئے۔ لہٰذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعتِ فحش کے ان تمام ذرائع وسائل کا سدِباب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں تمام افعال کو مستلزم سزا، قابلِ دست اندازی پولیس ہونا چاہئے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔"[1]

ضابطہ اخلاق اور گرفت کی ضرورت

راہنمایانِ ملک اور رؤسائے قوم اگر ایسے افراد کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں اور عدلیہ بھی اگر ان کے ان افعالِ رذیلہ سے بے اعتنائی برتتی ہے، تو ملک و قوم میں امن و آشتی، راست روی، حق گوئی اور حقائق سے آگہی کے لیے فضا ہموار نہیں کی جاسکتی اور ملک و قوم کو معنوی ترقیوں سے ہم کنار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے میڈیا کے ایسے افرادِ کار بہر حال پر امن اور خوش حال زندگی کے لیے چیلنج ہیں اور ان سے سخت طریقے سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ مذکورہ آیت سے متعلق عبد اللہ یوسف علی کی رائے ہے:

1 تفہیم القرآن: ۳/۳۷۰۔۳۷۱، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور

"ان افراد کے ذریعے زندگی کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے جو ان معاملات و مسائل کا شعور رکھتے ہیں جن سے زندگی متعلق ہے۔ لیکن (معاشرے میں) غیر سنجیدہ اور بے ہودہ ذہنیت کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو لغو باتوں اور بے حقیقت قصوں کو صداقت اور حقائق پر ترجیح دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو بجا طور پر ملامت زدہ ہیں۔"[1]

ذرائع ابلاغ یا وسائل نشریات کی اہمیت عصرِ حاضر میں مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لی گئی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ جن افراد مسلمہ جماعتوں اور حکومتوں کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہیں یا ان پر جن لوگوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے، دراصل آج کے دور میں باعزت طاقت ور اور مؤثر وجود کی حیثیت ان کی شناخت ہوتی ہے۔ اور یہ ذرائع جن کی دسترس سے باہر ہیں یا جو کسی وجہ سے ان سے قربت کی شکل پیدا نہیں کر پاتے۔ دراصل وہ گوشۂ گمنامی میں ہوتے ہیں اور کمزور و پس ماندہ افراد و طبقات کی حیثیت سے دنیا کے پردۂ سیمیں پر دیکھے جاتے ہیں۔

میڈیا دو دھاری تلوار کی طرح طاقت رکھتا ہے۔ تلوار کا استعمال شر و فساد کا خاتمہ کرنے کے لیے اور امن و آشتی کی پربہار فضا قائم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا استعمال قتل و خوں ریزی کے لیے اور فتنہ و فساد کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تلوار کس کے ہاتھ میں ہے۔ آیا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو امن و آشتی کا مفہوم نہیں جانتا، جو انسانی قدروں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتا اور جو اخلاقی قدروں کی پامالی کو اپنا شیوہ بناتا ہو، یا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی سرشت میں عدل و انصاف ہو، امن و آشتی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہو، انسانی اقدار کا پاسباں اور نقیب ہو اور اخلاقیات اس کی ترجیحات میں ہوں۔

کامیاب میڈیا دراصل وہی ہے جس کے اہل حل و عقد میں ایک طرف اس کائنات کے حقیقی مالک کا خوف قلب و ضمیر پر حکمرانی کرتا ہو اور دوسری طرف جو موت کے بعد کی زندگی میں اپنے آقا کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا احساس رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ راست گوئی، عدل و انصاف اور تحقیق و تمحیص کی بنیاد پر کہی گئی باتیں ہی دراصل علمی دیانت داری کا مظہر ہیں اور یہی چیزیں علاقہ، قوم، ملک بلکہ پوری دنیا میں انسانی قدروں کی افزائش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی چیزیں خدمتِ قوم بلکہ خدمتِ

1 Abdullah Yousuf Ali: The meaning of the Holy Quran, p۱۰۳۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

انسانیت کا حق ادا کرنے کے لیے قوتِ محرکہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

میڈیا جہاں ملک و قوم اور افراد و معاشرے کی زندگی کے دوسرے گوشوں میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، ان میں سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے خلاف انھیں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسلام جو عالم گیر بھائی چارگی کا تصور دیتا ہے۔ تمام معبودانِ باطل سے متنفر کرا کے خدائے واحد کی عبودیت کا تاج سر پر رکھتا ہے، انسان کو اشرف و اکرم کا اعزاز بخشتا ہے، تسخیرِ کائنات کا پروانہ سونپتا ہے اور ایک انسان کے قتل ناحق کو ساری انسانیت کے قتل ناحق کے مترادف قرار دیتا ہے۔ ایسے آفاقی اور انسانیت نواز مذہب کے رخِ زیبا کو انتہاپسندی، خوں خواری اور دہشت گردی جیسے الفاظ سے داغ دار کیا جارہا ہے اور ﴿ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾[1] کے اعلان کے مطابق اللہ رب العزت کی اس بیش قیمت نعمت اور انسانیت نوازی کے سب سے بڑے نقیب مذہب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کی سعی میں مصروف ہے۔

تقویٰ یا خوفِ خدا ہی دراصل وہ ضابطہ حکمراں اور زبردست قوتِ محرکہ ہے جو افراد و معاشرے کو اور میڈیا کے علم برداروں کو بے لگام ہونے سے بچا سکتا ہے۔ قلب و ضمیر اگر خوفِ خدا کے نشیمن بن جائیں تو ہر جگہ اور ہر وقت انسان اس خدائی قانون کے تابع ہو کر منکرات و سیئات سے گریزاں ہوتا ہے اور خیر و حسنات کا پیامی بن جاتا ہے۔ صدق اور عدل تقویٰ کے عظیم ترین مظاہر ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے 'قولِ سدید' کی جامع اصطلاح استعمال کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دروغ گوئی سے اجتناب کیا جائے۔ سوچ سمجھ کر گفتگو کی جائے، فریب دہی سے باز رہا جائے اور دل خراش کلمات سے گریزاں ہوا جائے۔ اسی طرح قیاس و گمان اور شک و شبہے پر مبنی بات ہلاکت انگیزی کا سبب ہے۔ اس کی بنیاد پر میڈیا ماحول اور معاشرے کو مکدر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا اور اپنا اثر و رسوخ کھو دیتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ درخشاں تعلیم دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے کہ گمان و قیاس کی بنیاد پر کہی ہوئی بات نہ تو استناد کی میزان پر پوری نہیں اترتی، بلکہ بسا اوقات انسان کو اس طریقۂ عمل سے شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح لگائی بجھائی کرنا، نمک مرچ لگا کر باتیں پیش کرنا، تصنع اور تکلف کا لبادہ پہنانا اور اُمور و مسائل کی ملمع کاری کرنا، یہ ساری چیزیں صحت مند میڈیا کے خلافِ شان ہیں۔

---

۱ سورۃ الصف:۸

قرآن اسے 'لہوالحدیث' سے موسوم کرتا ہے، جس کی تعبیر کلامِ دل فریب یا لغو اور مہمل بات سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی باتیں ایک صحت مند معاشرے کو جلا نہیں دیتیں بلکہ ہدایت کی شاہراہ سے پھیر کر گمراہی کے بے شمار دروازے اور راہیں کھول دیتی ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید اس قسم کی باتوں کو معاشرے میں فروغ دینے والوں کے لیے اہانت آمیز عذاب کا اعلامیہ جاری کرتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصّب

آج قومی اور بین الاقوامی میڈیا کا مرکز توجہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا پر اپنا تسلط جمانے والے اصحابِ حل و عقد آج اس مشن میں محو و مستغرق ہیں کہ صحیح اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے، اور ایسے اسلام کو باقی رکھا جائے جو دنیا میں بے حس و حرکت اور معذور و مجبور بن کر رہے جن کے نام لیوا زندہ تو رہیں لیکن انسدادِ شر و فتنہ، قیامِ امن، خدا کے گھر میں خدا کے قانون کے نفاذ اور صرف اور صرف ایک ربّ کی خدائی کے علم بردار بن کر وہ دوسرے مذاہب و اقوام کے علی الرغم اپنی سمتِ سفر متعین نہ کریں۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات انسانی عظمت کی نمائندہ ہیں۔ ان درخشاں تعلیمات کے باوجود اگر اسلام کو انسانیت کا دشمن قرار دیا جائے اور اس دین و مذہب کو خوں خواری سے منسوب کیا جائے تو اس سے بڑی بددیانتی اور بے حیائی کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ آج بین الاقوامی سطح پر اسلام کی شبیہ بگاڑنے کی سعی نامشکور کی جارہی ہے۔ اسلام کو انتہاپسندی، خوں خواری اور دہشت گردی سے منسوب کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کو امن و آشتی کا دشمن اور دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے۔ میڈیا کے نزدیک جو جتنا صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان ہے، وہ اتنا ہی بڑا دہشت گرد ہے اور جو مصالحت، مفاد پرستی اور ابن الوقتی کا ثبوت دے کر وقتاً فوقتاً اپنے موقف کو بدلتا رہتا ہے وہ پسندیدہ اور محبوب ہے اور اسے سیکولر ہونے کا تمغا دیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس اسلام سے امن و آشتی کے جھوٹے دعوے داروں اور اقتدار کے متوالوں کو خطرہ ہے، اسے انتہاپسندی اور دہشت گردی سے مطعون کر دیا جاتا ہے، اور جس اسلام سے من مانی کرنے والوں، خود ساختہ قوانین کو نافذ کرنے والوں اور اقتدار کے پجاریوں کو خطرہ نہیں ہے اور ان کے ذاتی، گروہی اور ملکی مفادات مجروح نہیں ہوتے، وہ اسلام انھیں محبوب ہے اور ایسے ہی مسلمان دراصل ان کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس امر میں صداقت ہے کہ اگر میڈیا اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی سمجھے، اپنے اعلیٰ وارفع مقصد کو مستحضر رکھے، خدمت انسانیت کو اپنا شعار بنائے اور ملک وقوم کے ماحول کو پرامن بنانے کے موقف پر مصر ہو، تو یقیناً اس کے اہل حل وعقد قابلِ ستایش اور لائقِ مبارک باد ہیں۔ لیکن میڈیا کے یہ مثبت پہلو اسی وقت بامعنی اور بامقصد ہوسکتے ہیں جب کہ خوفِ خدا کے قانون کو جگہ دی جائے، موت کے بعد کی زندگی اور اس میں محاسبہ عمل کی یاد کو تازہ رکھا جائے، عدل وصدق کو شیوۂ حیات بنالیا جائے، قیاس وگمان اور شک وشبہے سے اجتناب کرتے ہوئے استناد کو محبوب رکھا جائے، اور حقائق ومسائل کو من وعن دل نشیں پیرایۂ بیان میں واشگاف کردیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ کی اہلیہ اور مولانا عبدالوکیل علوی کی وفات

اِنّا للہ واِنّا اِلیہ راجعون

۱۰ر جنوری ۲۰۱۶ء کو دو بجے شب نامور داعی اور خادم اسلام پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ ﷾ کی اہلیہ محترمہ جو مدیر محدث ڈاکٹر حافظ حسن مدنی کی خوش دامن بھی تھیں، قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ ان کی نمازِ جنازہ شیخ صاحب کی رہائش سے ملحقہ گراؤنڈ میں فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ نے پڑھائی جس میں لاہور وبیرون سے ممتاز علمائے کرام اور سیکڑوں محبانِ اسلام نے شرکت کی۔ مرحومہ کی بلندیٔ درجات کے لیے ڈھیروں دعائیں کی گئیں۔

۱۲ جنوری ۲۰۱۶ء کو مولانا عبدالوکیل علوی ۲ بجے دوپہر کو وفات پاگئے۔ آپ کافی عرصہ سے علیل تھے۔ آپ نے ادارہ معارفِ اسلامیہ، منصورہ میں زندگی بھر تصنیفی وتحقیقی خدمات انجام دیں اور تفہیم الحدیث، سیرتِ سرورِ دوعالم ﷺ سمیت کئی ایک کتب کے آپ مرتب ومصنف تھے۔ آپ مفسر قرآن مولانا عبدالرحمن کیلانی کے داماد اور معروف مصنفہ پروفیسر ثریا بتول علوی کے شوہر تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ منصورہ گراؤنڈ میں ان کے داماد ڈاکٹر عبیدالرحمٰن محسن ﷾ نے پڑھائی جس میں ملک بھر سے بڑی تعداد میں اہل علم نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!

مولانا ابن بشیر حسینوی[1]

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ان کی اہم کتب کا منہج

نام ونسب: ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ بغدادی دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ پیدائش: ۳۰۶ھ[2]

دار قطنی کی وجہ تسمیہ: بغداد میں ایک محلہ تھا جس کا نام دارُالقطن تھا، وہاں کے رہائشی تھے اس کی وجہ سے اسی طرف منسوب ہوئے۔

اساتذہ: آپ نے اس قدر زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا جن کا شمار ناممکن ہے، ان کے چند مشہور اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوالقاسم بغوی، ابوبکر بن ابوداود، یحییٰ بن صاعد، ابن قانع صاحبِ معجم الصحابہ، اور اسماعیل بن محمد الصفار وغیرہ

تلامذہ: ابونعیم اصفہانی، ابوبکر برقانی، امام حاکم صاحب المستدرک، خلال جوہری، تنوخی، عتیقی، قاضی ابوالطیب طبری اور حافظ عبدالغنی مقدسی وغیرہ

علمی سفر

آپ نو سال کے تھے کہ آپ نے علم حدیث حاصل کرنا شروع کردیا تھا، آپ کے ساتھی یوسف القواس کہتے ہیں کہ جب ہم امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے تو دار قطنی ہمارے پیچھے پیچھے ہوتے، ان کے ہاتھ میں روٹی ہوتی جس پر سالن رکھا ہوا ہوتا تھا۔ بعض دفعہ اگر ان کو کلاس میں نہ بیٹھنے دیا جاتا تو یہ باہر بیٹھ کر روتے...[3]

آپ نے فقہ شافعی اپنے استاد ابوسعید اصطخری سے پڑھی، اور باقاعدہ تعلیم امام بغوی سے

۱ مدیر جامعہ امام احمد بن حنبل اہل حدیث، قصور
۲ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰،۳۹ ترجمہ: ۶۴۰۴
۳ تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۸۹، تاریخ دمشق: ج ۱۲/ ۲/ ۲۴۱/ ۱

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حاصل کی۔ لوگوں کی آپ سے اُمیدیں وابستہ تھیں کہ آپ دار القطن کے قاری بنیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنھیں محدث بنادیا۔ آپ نے علم کے حصول کے لئے تمام علمی مراکز کا سفر کیا۔ جن میں سے کوفہ، بصرہ، واسط، تنیس، شام، مصر، خوزستان، مکہ اور مدینہ قابل ذکر ہیں۔

علمی مقام ومرتبہ: آپ کی امامت وثقاہت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ الحمدللہ

آپ کے شاگرد شیخ الاسلام ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ طبری رحمہ اللہ نے آپ کو 'امیر المومنین فی الحدیث' کہا ہے۔[1] خطیب بغدادی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وكان فريد عصره، وقريع دهره، ونسيج وحده، وإمام وقته، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلل الحديث وأسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة وقبول الشهادة وصحة الاعتقاد وسلامة المذهب و الاضطلاع بعلوم سوى علم الحديث"[2]

"آپ یگانہ روزگار، یکتائے زمانہ، امام وقت اور نابغہ عصر شخصیت تھے۔ علوم حدیث، اور علل حدیث واسمائے رجال کے علوم آپ پر ختم ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں صدق وامانت، فقہ وعدالت، قبولِ شہادت، درستگی عقیدہ ومنہج میں بلند مقام پر فائز تھے۔"

حافظ ذہبی نے کہا: "الإمام الحافظ المجوّد شيخ الإسلام، علَم الجهابذة، المقرئ، المحدّث "[3]

"آپ امام، حافظ، مجوّد، شیخ الاسلام اور نامور قاری ومحدث تھے۔ آپ نے اساطین فن کو پڑھایا۔"

ایک جگہ لکھتے ہیں: "بل كان سلفيًا"[4] "بلکہ وہ سلفی تھے۔"

حافظ سخاوی نے کہا: "وبه ختم معرفة العلل "[5] "آپ پر علل کی معرفت ختم ہوگئی۔"

۱ تاریخ بغداد: ج۱۲ص۳۶
۲ تاریخ بغداد: ج۱۲ص۳۴
۳ سیر اعلام النبلاء: ج۱۶ص۴۴۹
۴ السیر: ج۱۶ص۴۵۷
۵ الاعلان بالتوبیخ: ۱۶۵

امام دار قطنی امام الجرح والتعدیل تھے۔ امام رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی زیادہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔ اس بات کا صرف ایک واقعے سے اندازہ لگالیں۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ کی سب سے بڑی کتاب العِلَل ہے جو سولہ جلدوں میں مطبوع ہے۔ اس کتاب میں احادیث پر جرح وتعدیل کے اعتبار سے کلام ہے، یہ ساری کتاب آپ نے زبانی لکھوائی۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے امام برقانی سے پوچھا: کیا ابو الحسن دار قطنی اپنی کتاب العلل آپ کو زبانی لکھواتے تھے؟ تو اُنھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔[1]

وفات: آپ بدھ ۸ ذوالحجہ ۳۸۵ھ کو فوت ہوئے اور باب الدیر کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔[2] اور آپ کی نمازِ جنازہ ابو حامد اسفرائینی الفقیہ نے پڑھائی۔[3]

امام دار قطنی کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں:

تاریخ لابن ماکولا (ج۱۲/ص۴۰)، تاریخ بغداد (ج۱۲/ص۳۴)، الانساب للسمعانی (ج۲/ص۴۳۸)، وفیات الاعیان (ج۳/ص۲۹۷)، تذکرۃ الحفاظ (ج۳/ص۹۹۱)، البدایۃ والنہایۃ (ج۱۱/ص۳۱۷)، سیر أعلام النبلاء (ج۱۶/ص۴۴۹)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنے استاد محترم امام دار قطنی رحمہ اللہ سے ان عراقی راویوں کے متعلق لکھ کر سوالات کیے جن کے حالات اُنھیں بذاتِ خود معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ان پر جرح وتعدیل کے لحاظ سے لکھ کر کلام کیا، پھر بعد میں امام حاکم رحمہ اللہ نے بالمشافہ بھی سوال کیے۔ اور ان میں بعض وہ سوال وجواب بھی ہیں جو امام دار قطنی رحمہ اللہ سے کسی اور نے کیے لیکن امام حاکم رحمہ اللہ جواب کے وقت موجود تھے، ان تمام سوال وجواب کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ترتیب دیا ہے۔ پہلے ان سوال وجواب کو لکھا ہے، پھر امام صاحب نے جواب دیے پھر کتاب کے آخر میں ان سوالات وجوابات کو درج کیا جو بالمشافہ سوال کیے اور یہ کتاب سؤالات الحاکم کے نام سے مطبوع ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ جرح

۱ تاریخ بغداد: ج۱۲ص۳۷
۲ تاریخ بغداد: ج۱۲ص۴۰
۳ السیر: ج۱۱ص۴۳

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وتعدیل کے کس قدر بلند مقام پر فائز تھے۔

اسی طرح امام ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے اپنے شیخ امام دار قطنی رحمہ اللہ سے سوالات کیے وہ بھی مطبوع ہیں، اسی طرح برقانی کے سوالات بھی مطبوع ہیں۔ سؤالات حمزة السهمي بھی عام متداول ہیں۔ ان کتب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام دار قطنی مرجع خلائق تھے اور ان کے جوابات کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔[1]

اہم تصانیف اور ان کا اُسلوب

آپ نے ساری زندگی علوم حدیث پر کتب تصنیف فرمائیں، ان کی تعداد ۵۳ بنتی ہے۔ ان میں سے بعض مطبوع ہیں اور بعض مخطوط۔ ان کی ضروری تفصیل پیش خدمت ہے:

١. أحاديث الصفات	٢. أحاديث النزول
٣. رؤية الله	٤. الالزامات
٥. التتبع	٦. الافراد
٧. سؤالات البرقاني للدارقطني	٨. سؤالات الحاكم للدارقطني
٩. سؤالات السُّلمي للدارقطني	١٠. السنن للدارقطني
١١. الضعفاء والمتروكون	١٢. العلل الواردة في الأحاديث النبوية
١٣. غرائب مالك	١٤. المؤتلف والمختلف في أسماء الرجال

[1] جس طرح پہلے محدثین کے شاگرد اپنے شیوخ کو بہت ہی اہمیت دیتے اور ان سے جو سوالات کرتے ان کو کتابی صورت میں جمع کرتے، بالکل اسی طرح ہمارے زمانے میں امام العصر شیخ البانی رحمہ اللہ کے شاگردوں نے بھی شیخ محترم کا بہت احترام کیا اور ان سے جو سوالات کیے ان کو کتابی شکل میں محفوظ کیا، الحمد للہ۔ راقم کے ناقص مطالعہ کے مطابق ابو اسحٰق الحوینی، علی حسن الحلبی، ابن ابی العینین حفظہ اللہ کے سوالات مطبوع ہیں اور عقیدے و منہج میں تو کئی جلدوں پر مشتمل شیخ البانی کی کتب شائع ہو چکی ہیں، ان میں بھی بے شمار سوالات کے جوابات محفوظ ہیں لیکن افسوس کہ برصغیر میں اساتذہ کے جوابات کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا جاتا، شاید یہاں علم کے قدردان کم ہیں۔ راقم نے اپنے تمام شیوخ سے اب تک جو کچھ سوال کیے وہ سؤالات ابن بشير الحسينوي لشيوخنا الكرام کے نام سے تحریری طور پر محفوظ ہیں اور مزید اضافہ جاری ہے۔ يسّر الله لنا طبعه

۱۔ سنن الدار قطنی

امام دار قطنی رحمہ اللہ کی یہ مشہورِ زمانہ کتاب ہے اس میں احادیث کی تعداد ۴۸۳۵ ہے۔ صحیح احادیث بھی ہیں اور ضعیف بھی۔ اس کتاب میں امام صاحب نے درج ذیل منہج اپنایا ہے:

① فقہی ترتیب: اس کتاب میں تمام احادیث فقہی ترتیب کے مطابق لکھی گئی ہیں، مثلاً: پہلے کتاب الطھارۃ، پھر کتاب الصلاۃ... الخ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فقہ میں خوب مہارت تھی بلکہ فقہ کی جزئیات تک نظر تھی، اس لئے تو احکام کے متعلق احادیث کو سنن دار قطنی میں جمع کیا ہے اور جن ضعیف اور موضوع روایات سے بعض فقہا استدلال کرتے تھے، ان کے ضعف کو واضح کیا ہے۔

② جو حدیث جتنے شیوخ سے سنی ہوئی ہے، ان تمام کا نام لیتے ہیں اور سند کی تبدیلی کے وقت ح لکھتے ہیں۔ مثلاً حدیث نمبر ۱ کو چار شیوخ اور حدیث ۲ کو چھ شیوخ سے بیان کرتے ہیں۔

③ امام دار قطنی رحمہ اللہ کا کوئی اُستاد اپنے کئی شیوخ سے حدیث بیان کرے تو امام دار قطنی ان تمام کے نام لکھتے ہیں مثلاً دیکھیں: حدیث نمبر ۱۱

④ امام دار قطنی غریب الحدیث کا بھی اہتمام کرتے ہیں مثلاً قُلّتین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عرفہ نے کہا کہ میں نے ہشیم سے سنا کہ قلتین سے مراد الجرتین الکبار ہے۔

⑤ امام دار قطنی کی یہ کتاب اصل میں علل کی کتاب ہے۔ ہر حدیث کی زیادہ سے زیادہ سندیں بیان کرتے ہیں پھر ان میں اختلاف نقل کرتے ہیں اور بعض دفعہ راجح بھی لکھتے ہیں، مثلاً: حدیث نمبر ۲۰ میں لکھتے ہیں: والمحفوظ عن ابن عياش

⑥ اگر کسی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہو تو امام دار قطنی رحمہ اللہ اس اختلاف کو بیان کرکے راجح کی تعیین کرتے ہیں، مثلاً دیکھیں: حدیث نمبر ۲۹،۷۷

⑦ اگر کوئی کثیر الخطا راوی حدیث بیان کرنے میں غلطی کرے تو امام دار قطنی رحمہ اللہ اس غلطی کو بیان کرتے ہیں، مثلاً دیکھیے: حدیث نمبر ۳۸

⑧ امام دار قطنی جرح وتعدیل کے امام تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر ہر باب میں جو ضعیف روایات ہوں، ان کی نشان دہی ضرور کرتے ہیں اور ضعیف روایت کی علت بیان کرتے ہیں، مثلاً:

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حدیث نمبر ۷۴ میں لکھتے ہیں: رشدين بن سعد ليس بالقوي

حدیث نمبر ۷۰ میں لکھتے ہیں: ابن أبي ثابت ليس بالقوي

حدیث نمبر ۷۵ میں لکھتے ہیں: أبان بن عياش متروك

حدیث نمبر ۸۴ میں لکھتے ہیں: سعيد بن أبي سعيد ضعيف

حدیث نمبر ۸۶ پر تبصرہ کرتے ہیں: غريب جدًا خالد بن إسمٰعيل متروك

اگر کوئی روایت مرسل ہو تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، مثلاً: دیکھیے حدیث نمبر ۴۹

⑨ امام دار قطنی رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں مرفوع کے علاوہ صحابہ (حدیث نمبر ۶۶) اور تابعین کے اقوال بھی باسند لائے ہیں، مثلاً دیکھیے: حدیث نمبر ۵۳

⑩ بعض احادیث کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے ہیں، مثلاً: حدیث نمبر ۸۷ پر لکھتے ہیں: إسناده حسن۔ حدیث نمبر ۸۵ پر لکھتے ہیں: هذا إسناد صحيح۔ نیز دیکھیں حدیث ۹۶۔
بعض دفعہ کئی احادیث پر اکٹھا ہی حکم لگا دیتے ہیں، مثلاً: حدیث نمبر ۱۰۱ سے ۱۰۳ تک کی احادیث کو ان الفاظ میں حکم لگاتے ہیں: هذه أسانيد صحاح.

⑪ امام دار قطنی رحمہ اللہ اپنی خاص سند کا لحاظ کرتے ہوئے الگ الگ سند پر حکم لگاتے ہیں۔ اس لیے سنن دار قطنی کے مطالعہ کے دوران کئی ایک متون صحیح بخاری سے ملتے جلتے نظر آئیں گے لیکن ان کی سند جو امام دار قطنی رحمہ اللہ کو ملی، اس میں ضعیف یا متروک راوی ہو تو اس کی وضاحت کر دیتے ہیں، حالانکہ اس متن کے کئی اور طرق بھی ہوتے ہیں۔ امام دار قطنی ان کا لحاظ کرتے ہوئے متن حدیث کو صحیح یا حسن قرار نہیں دیتے بلکہ اپنی خاص سند کا لحاظ کرتے ہوئے حکم لگاتے ہیں۔ یہی تحقیق سنن دار قطنی کے محقق شیخ مجدی بن منصور حفظہ اللہ نے پیش کی ہے۔[1]

۲۔ رؤية الله یا کتاب الرؤية

① امام دار قطنی عقیدے کے اہم مسئلے کہ "قیامت کو مؤمن اللہ کا دیدار کریں گے" کے

1 مقدمہ تحقیق سنن الدارمی ج۱ ص۴

موضوع پر اپنی اس کتاب میں ۲۸۷ مرفوع باسند احادیث لائے ہیں جن میں اس مسئلے کا اثبات کیا گیا ہے۔ علم حدیث کی اصطلاح میں اس کو 'جزء فی رؤیۃ اللہ' کا نام دینا چاہیے۔

② بعض احادیث پر صحت و ضعف کے اعتبار سے حکم بھی لگائے ہیں، مثلاً: پہلی حدیث کے آخر میں لکھتے ہیں: هذا حديث صحيح أخرجه البخاري في صحيحه

③ بعض احادیث کے آخر میں اسناد کا اختلاف نقل کرتے ہیں، مثلاً: دس نمبر حدیث کے آخر میں سند کا اختلاف نقل کیا ہے۔

④ في كتابه کی وضاحت۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں اس روایت کی فی کتابہ کہہ کر وضاحت کرتے ہیں جو شیخ نے اپنی کتاب سے بیان کی ہوگی، مثلاً: دیکھیں حدیث نمبر ۴۸

⑤ سند کے شروع میں اپنے شیخ کا نام تفصیل سے لکھتے اور بعض راویوں پر جرح و تعدیل کے لحاظ سے حکم لگاتے ہیں، مثلاً: حدثنا أبوبكر أحمد بن محمد بن إسماعيل الآدمي المقرئ الشيخ الصالح۔ حدیث نمبر: ۴۹

⑥ امام دار قطنی رحمہ اللہ مسانید کے طرز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے روایت بیان کرتے ہیں، پھر اس کی مختلف سندوں کو بیان کرتے اور ہر ہر سند کے ساتھ اس کا متن بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

⑦ بعض وہ احادیث جن کو ایک شیخ کے کئی شاگرد بیان کرتے ہیں، ان تمام کے نام لکھتے ہیں اور اگر کوئی راوی اضافہ یا کمی کرتا ہے تو وضاحت کرتے ہیں، مثلاً دیکھیں حدیث نمبر ۷۶

۳۔ کتاب العلل

اس کتاب میں امام دار قطنی رحمہ اللہ سے مختلف احادیث کے متعلق سوالات کیے گئے اور آپ نے ان کے جواب دیے۔ یہ کتاب سولہ جلدوں میں مطبوع ہے اور علل حدیث پر مشتمل یہ کتاب ایک عظیم شاہکار ہے اور یہ ساری کتاب امام رحمہ اللہ نے زبانی لکھوائی ہے۔ والحمد للہ

اس کتاب کی کوئی فقہی ترتیب نہیں، انھی کی مثل شیخ البانی رحمہ اللہ کی الصحیحہ اور الضعیفہ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح اور ضعیف احادیث الگ الگ درج کی ہیں اور یہ دونوں کتب خود لکھی ہیں اور امام دار قطنی رحمہ اللہ کی علل میں صحیح اور ضعیف دونوں طرح کی ملی جلی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

احادیث ہیں اور یہ کتاب انھوں نے زبانی لکھوائی ہے۔

یہ کتاب اپنے فن میں نادر اور عمدہ ہے، اس کی مثل کوئی کتاب نہیں۔ متقدمین نے جو علل پر کتب تالیف فرمائیں ان میں سے علل لابن المدینی، علل و معرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل، المسند المعلل لیعقوب بن شیبہ، العلل الکبیر للترمذی، المسند المعلل للبزار، العلل لابن ابی حاتم معروف ہیں۔ جب ہم تقابلی مطالعہ کی حیثیت سے ان کتب کا علل الدار قطنی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو دار قطنی کی علل ہر لحاظ سے فائق نظر آتی ہے۔ اس بات کا اعتراف حافظ ابن کثیر نے کیا ہے۔[1]

اس کتاب میں احادیث کی ترتیب مسانید کے انداز پر ہے، مثلاً پہلے خلفاے راشدین کی روایات پر بحث پھر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث پر۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ ایک معجزہ تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے خدمتِ حدیث کے لیے پیدا کیا تھا کہ کس طرح زبانی طرق، متون، اور جرح و تعدیل پر بحث کرتے ہیں۔ آج بھی جو انسان اپنے آپ کو خدمتِ حدیث کے لیے وقف کرلے اللہ تعالیٰ اس کو بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔

۴۔ جزء ابی طاہر

اس جزء میں ۱۶۲/ احادیث ہیں جن کو امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ابو طاہر کی سند سے روایت کیا ہے۔ مختلف موضوعات کے متعلق احادیث ہیں۔

۵۔ الالزامات

اس کتاب میں ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو امام دار قطنی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں ہونی چاہیے تھیں کیونکہ انھی کی مثل احادیث بخاری یا مسلم میں ہیں تو یہ کیوں نہیں۔ اس کتاب کی وجہ تسمیہ خود امام رحمہ اللہ یہی لکھتے ہیں۔[2]

یہ گویا ایک طرح کے الزامات ہیں کہ امام بخاری یا امام مسلم فلاں روایت اپنی اپنی صحیح میں کیوں نہیں لائے، حالانکہ وہ احادیث بھی ان کی بخاری یا مسلم کی مثل تھیں۔

---

۱ اختصار علوم الحدیث: ص ۶۵، ۶۴

۲ الالزامات والتتبع: ص ۶۴

۶۔ التتبع

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ان روایات کو مورد الزام ٹھہرایا ہے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہیں۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ان میں کوئی نہ کوئی علت ہے۔

نوٹ: امام دار قطنی رحمہ اللہ کے یہ دو الگ الگ رسالے ہیں۔ الالزامات الگ ہے اور التتبع الگ لیکن چونکہ ان دونوں کا تعلق صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ہے، اس لیے محدثین نے ان دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ بخاری و مسلم یا صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی ۲۱۸ روایات کو معلول قرار دیا ہے۔ یاد رہے امام دار قطنی رحمہ اللہ کے ان اعتراضات کے جوابات محدثین نے دے دیے ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ہدی الساری میں اور شیخ مقبل نے الالزامات و التتبع کے حاشیے میں... جزاہما اللہ خیراً، اور راقم نے اپنی کتاب شرح صحیح مسلم میں بھی بعض مقامات پر اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ کے ان اعتراضات میں کوئی وزن نہیں اور ان میں بھی حق امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے ساتھ ہے۔ یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام مسند احادیث صحیح ہیں اور اسی پر امت کا اتفاق ہے۔

۷۔ غرائب مالک

اس کتاب میں امام دار قطنی رحمہ اللہ نے موطا امام مالک رحمہ اللہ سے ان روایات کو جمع کیا ہے جو منفرد اور غرائب سے ہیں اور ان روایات پر جرح و تعدیل کے لحاظ سے بحث کی ہے۔

۸۔ فضائل الصحابہ

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایک اچھوتے انداز میں لکھی ہوئی کتاب ہے جس پر امام دار قطنی رحمہ اللہ کو سبقت حاصل ہے۔ اس میں امام دار قطنی رحمہ اللہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے ثابت کی ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کی زبردست تردید ہے جو صراطِ مستقیم سے دور ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی تعریف پر امام دار قطنی ۲۱۰/ احادیث و آثار لائے ہیں۔ جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور ان کے اہل و عیال کی زبانی، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کے متعلق امام دار قطنی ۶۰/ احادیث و آثار لائے ہیں

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بس یہ کتاب اسی پر مکمل ہو جاتی ہے۔ اس میں کل ۸۰ احادیث و آثار بیان کی گئی ہیں۔

۹۔ کتاب الصفات

اس کتاب میں امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ہے۔ ہر ہر صفت کو باسند مرفوع احادیث سے ثابت کیا ہے۔ والحمدللہ

۱۰۔ النزول

اس کتاب میں امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ۷۸ احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف رات کے آخری تہائی حصے میں اترتے ہیں۔ محدثین کی زندگیاں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے وقف تھیں اور انھوں نے کس قدر محنت سے اللہ تعالیٰ کی صفات پر الگ الگ کتب تالیف فرمائیں۔ فجزاهم الله خيرًا

اس کتاب میں مسانید کے انداز سے احادیث جمع کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی احادیث لائے ہیں پھر سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی، پھر دیگر صحابہ کرام کی۔

۱۱۔ سوالات البرقانی، ۱۲۔ سوالات الحاکم اور ۱۳۔ سوالات السلمی

ان تینوں کتابوں میں امام برقانی، امام حاکم اور امام سُلمی رحمہم اللہ نے جو جو اپنے استاد امام دار قطنی رحمہ اللہ سے سوالات کیے، ان کو جمع کر دیا ہے۔ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۱۴۔ المؤتلف والمختلف فی اسماء الرجال

اس کتاب میں ان رواۃ کے نام یا القاب یا انساب شامل کیے گئے ہیں جو صورت خطی میں ایک جیسے اور تلفظ کے لحاظ سے مختلف ہوں مثلاً مِسوَر اور مُسَوَّر۔

نوٹ: اُستاد محترم شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے امام دار قطنی رحمہ اللہ پر ایک کتاب تالیف کی ہے، افسوس کہ اس مضمون کو لکھتے وقت میرے سامنے وہ کتاب نہیں تھی۔ آئندہ شمارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ کے حالات اور ان کی کتبِ حدیث کا منہج پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

تحقیق و تنقید

محسن فارانی
قسط: 3

لغزشیں اہلِ صحافت کی

یونان اور یُنّان

چین کا ایک صوبہ ہے یُنّان (Yunnan) جس کی سرحدیں میانمار (برما) اور لاؤس سے ملتی ہیں۔ اُردو کے اکثر صحافتی قلم کار اُسے یونان لکھ ڈالتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ کہاں جنوب مشرقی یورپ کا ملک یونان اور کہاں چین کا ایک دُور دراز صوبہ!... ویسے یونان جسے ہم پاکستانی قدیم عربی کی پیروی میں یونان کہتے ہیں، انگریزی میں گریس (Greece) اور جدید عربی میں اِغریق کہلاتا ہے۔ اسی لیے یونانیوں کو انگریزی میں The Greek اور جدید عربی میں اِغریقی کہا جاتا ہے۔ دراصل قدیم یونانی آئیو (Io) دیوی کی نسبت سے 'آئیونین' کہلاتے تھے اور ان کے مسکن کو آئیونیا کہا جاتا تھا۔ اس سے عربوں اور ایرانیوں میں یونان کی اصطلاح مشہور ہوئی۔ دیکھیے سرسید احمد خاں نے یونان کس معنی میں استعمال کیا ہے:

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کہ من وارم　　مسیحا رشک می آید ز درمانے کہ من وارم

"میرے پاس جو علم کا یونان ہے اس کے آگے افلاطون تو ایک بچہ ہی ہو گا اور میرے پاس تمہارے مرض کا جو علاج ہے، اس پر مسیحا کو بھی رشک آتا ہے۔"

آسٹریا اور آسٹریلیا

خبر آئی تھی وی آنا سے! اور باخبر اصحاب جانتے ہیں کہ وی آنا (دارالحکومت) اور آسٹریا (ملک) لازم و ملزوم ہیں مگر اخبار کے بے خبر مترجم نے کما حقہ توجہ دیے بغیر آسٹریا کو آسٹریلیا بنا ڈالا اور آسٹریا کے صدر ہنز فشر کو آسٹریلیا کا صدر لکھ دیا، حالانکہ آسٹریلیا میں صدر نہیں ہوتا، گورنر جنرل سربراہِ مملکت ہوتا ہے۔ غالباً معصوم خبر نگار کو علم ہی نہ تھا کہ وی آنا وسطی یورپ کا ایک تاریخی شہر ہے۔ اس نے بس کرکٹ کے حوالے سے آسٹریلیا کا نام بکثرت سُن رکھا ہو گا، لہٰذا فوراً وی آنا (آسٹریا) کا تعلق آسٹریلیا سے جوڑ دیا جس کا دارالحکومت کینبرا ہے اور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اس کے مشہور شہر سڈنی، برسبین، میلبورن، پرتھ، ڈارون اور ایڈیلیڈ ہیں۔ اکثر خبر نگار بغیر سوچے Austria کو Australia بنادیتے ہیں۔ ویسے بھی آسٹریلیا کی طرف پاکستانیوں کا میلان زیادہ ہے کیونکہ بہت سوں کا کوئی عزیز یا دوست آسٹریلیا میں روزی کما رہا ہوتا ہے اور جرمن سپیکنگ آسٹریا کی نسبت انگلش سپیکنگ آسٹریلیا کی خبریں کثرت سے آتی رہتی ہیں۔

اعظمیہ کی بگڑی شکل

جب عرب ممالک کے نام انگریزی میڈیا کے ذریعے سے اُردو کی سان پر چڑھتے ہیں تو عجب عجب لطیفے سرزد ہوتے ہیں۔ بغداد کی ایک آبادی کا نام اعظمیہ ہے جہاں امام اعظم ابو حنیفہ مدفون ہیں۔ اعظمیہ میں ہونے والے ایک خود کُش دھماکے کا ذکر تھا اور خبر نگار نے اسے 'ادھمیجا' بنادیا۔ دراصل عربی ناموں کو انگریزی میں لکھتے وقت کبھی حرف 'ض' کے لیے dh استعمال کرتے ہیں جیسے Riyadh (ریاض) اور کبھی 'ظ' کے لیے dh آتا ہے جیسے Abu Dhabi (ابوظبی)۔ ایسے ہی اعظمیہ (Adhamiyyah) میں dh کی غلط فہمی سے اچھا بھلا اسلامی نام بگڑ کر نا قابل فہم ہوگیا۔ جہاں تک 'ابوظبی' کا تعلق ہے تو اس کے لغوی معنی ہیں: 'ہرنوں والا' یا 'ہرنوں کا دیس' مگر ہمارے ہاں ترجمے اور بول چال میں اسے Abu Dhabi سے ابودھبی یا ابوظہبی بنادیا جاتا ہے۔

بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل

وہ جو کہتے ہیں: 'حامد کی ٹوپی محمود کے سر' تو اس کی مثالیں اُردو صحافت میں بار بار دیکھنے میں آتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی بحر اوقیانوس (Atlantic) اور بحر الکاہل کے بارے میں گڑبڑا جاتے ہیں، خصوصاً اخباری مترجمین تو اکثر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور تو اور اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں بھی مراکش کے ایک شہر کے متعلق لکھا دیکھا کہ یہ بحر الکاہل کے ساحل پر واقع ہے، حالانکہ مراکش سے بحر الکاہل (Pacific) کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔ مراکش کے مغرب میں بحر اوقیانوس ہے اور شمال میں بحیرۂ روم (Mediterranean) اور آبنائے جبل الطارق (جبر الٹر)۔ اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ دراصل لائڈن (نیدر لینڈ) کے 'انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' کا ترجمہ اور اضافہ شدہ ہے جس کے باعث ایک فاش غلطی اس میں درآئی۔ گڑبڑ سے بچنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بحر اوقیانوس اور بحر ہند کی نسبت بحر الکاہل میں

زیادہ شدید طوفان نہیں آتے، اس لیے اسے کاہل (Pacific) کہا گیا۔ پھر اس کے بعد دوسرا بڑا سمندر تو بحر اوقیانوس (Atlantic) ہی ہے۔

شاق اور شاک

ایک قلم کار نے لکھا یا کمپوزر نے یوں کمپوز کیا: "اُنھیں قوم کی بے راہروی شاک گزرتی ہے۔" اُردو میں 'شاق گزرنا' تو ہے جس کے معنی ہیں: 'ناگوار ہونا' مگر یہ 'شاک گزرنا' لفظی مشابہت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ 'شاق' عربی لفظ شق (پھاڑنا) سے مشتق ہے بلکہ یہ مشتق (پھاڑا گیا، لیا گیا) بھی مادہ 'شق' ہی سے ہے جس سے مصدر اِشتِقاق (اخذ کرنا یا لینا) بھی ہے۔ اس کے برعکس انگریزی لفظ شاک (Shock) کے معنی ہیں: 'صدمہ' یا 'صدمہ پہنچانا'۔ اس طرح کی غلطیاں اب عام ہورہی ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔

باق اور باک

عربی لفظ 'باق' کے معنی ہیں: 'باقی'۔ یوں 'بے باق' کے معنی ہوئے: 'باقی نہ بچنا' اور اسی لیے 'حساب بے باق کرنا' بولتے لکھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں 'باک' کے معنی ہیں: 'ڈر' اور 'بیباک' یا 'بے باک' نڈر اور بے خوف کے معنی دیتا ہے۔ مسئلہ اس وقت بنتا ہے جب نو آموز قلم کار ان کے معنوی فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے 'حساب بیباک کردیا' یا 'اس نے بیباقی سے اظہارِ خیال کیا' لکھ ڈالتے ہیں۔ اہل زبان اس طرح بھی بولتے ہیں: "مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ..."

بَید اور بَیدِ مجنوں

سابق سعودی سفیر عبدالعزیز ابراہیم الغدیر کے انٹرویو میں ایک محترمہ نے لکھا: "براؤن رنگ کا بینت کا بنا صوفہ سعودی پرچم کے پاس رکھا گیا تھا۔" اُردو کا لفظ 'بید' ہے جسے پنجابی میں 'بینت' کہا جاتا ہے۔ ہم پنجابی الفاظ کو اُردو میں داخل کرنے کے خلاف نہیں لیکن جو آسان اور عام فہم اُردو الفاظ مستعمل ہیں، ان کی جگہ غیر ضروری طور پر پنجابی یا دیگر زبانوں کے الفاظ لانا مستحسن نہیں۔ 'بید' سے بیدانجیر (ارنڈ کا درخت)، بیدِ مجنوں (جس کی شاخیں جھکی رہتی ہیں) اور بیدِ مشک کی ترکیبیں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ بیدِ مشک کا عرق دل کی فرحت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ شریر یا کام چور لڑکوں کو اُستاد بید زنی

magazine.mohaddis.com

کی سزا دیتے تھے، یہ "مار نہیں، پیار" کے فلسفے سے پہلے کی بات ہے۔ ویسے بَید یا وَید ہندی میں طبیب کو بھی کہتے ہیں اور وید یا بید ہندوؤں کی مذہبی کتابیں بھی ہیں۔

نصیبین سے جنوں کی آمد

سیرت کی کتابوں میں نَصِیبِین (ترکی) سے وادی نخلہ (مکہ) میں جنوں کی آمد کا ذکر ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآنِ کریم کی تلاوت سُنی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ قرآنِ مجید کی سورۂ جن میں اس واقعے کا بیان ہے۔ ان دنوں نَصِیبِین کو نُصَیبِین (Nusaybin) کہا جاتا ہے۔ یہ شہر جنوب مشرقی ترکی میں شام کی سرحد پر واقع ہے۔ ۹/اکتوبر کے اخبار میں خبر تھی کہ

> "ترکی نے شام سے ملحقہ سرحد پر ۲ میٹر اونچی دیوار تعمیر کرنا شروع کر دی ہے تاکہ شامی باشندوں کی غیر قانونی نقل و حمل کو روکا جاسکے۔ سرحدی علاقے نوسع بن میں تعمیراتی کام شروع ہوچکا ہے۔"

ظاہر ہے اخباری مترجم کا 'نوسع بن' دراصل تاریخی شہر نُصَیبِین ہے۔ کسریٰ نوشیرواں کو جب یہ شہر فتح کرنے میں مشکل پیش آئی تھی تو اس نے طیرانشاہ (ایران) سے بڑی تعداد میں بچھو منگوائے اور جب شیشے کی بوتلوں میں بھرے 'بچھو بم' منجنیق سے شہر پر پھینکے گئے تو اہل شہر نے تنگ آکر شہر کے دروازے کھول دیے۔ پھر ایک سو برس بعد سیدنا امیر معاویہ ؓ کے عہد میں نصیبین میں بچھوؤں کی اس قدر کثرت تھی کہ حاکم شہر نے امیر المومنین کے حکم پر بچھو مارنے والوں کے لیے انعام مقرر کر دیا۔ یوں شہریوں کو ان موذیوں سے نجات مل گئی۔

'ہیرونیشا' اور خیر النساء

سابق صدرِ ترکیہ عبداللہ گل کی اہلیہ کا نام خیر النساء ہے مگر بعض اُردو اخبارات میں اسے 'ہیرونیشا' لکھا جا رہا ہے جو ترکی زبان کے لاطینی رسم الخط کا شاخسانہ ہے کیونکہ اس میں حرف 'خ' کے لیے H استعمال ہوتا ہے۔ ترکی زبان کا عربی فارسی رسم الخط یہود و نصاریٰ کے فکری ایجنٹ مصطفی کمال اتاترک (متوفی ۱۹۳۸ء) نے ختم کر کے اس کی جگہ لاطینی رسم الخط جبراً رائج کر دیا اور یوں ترکوں کو ان کے اسلامی ورثے (عربی اور فارسی کے علوم) سے محروم کر دیا۔ اس کے نتیجے میں آج ترکوں کی نوجوان

نسل اکثر قرآنِ مجید کی تلاوت کے شرف سے قاصر ہے۔ لاطینی رسم الخط میں خیر النساء کو Herunnisa لکھا جانے لگا جو ہمارے ہاں ہیر النساء یا ہیرونیشا بن گیا۔ ایسے ہی ترک وزیراعظم احمد داؤد اوغلو کا نام ترکی میں Ahmet Davut Oglu لکھا جاتا ہے جسے 'امورِ ترکی کے ماہر' فرخ سہیل گوئندی اپنے کالم میں بالالتزام 'احمت دعوت اوگلو' لکھتے چلے جاتے ہیں۔ ترکی کے بار بار کے دوروں کے بعد بھی وہ ترک وزیراعظم کے اسلامی نام کو اُردو میں درست طور پر نہیں لکھ رہے۔

گوئندی صاحب کے ممدوح اور اتاترک کے فکری شاگرد سابق ترک وزیراعظم کا نام بلند اجود تھا جو انگریزی سے ترجمہ ہو کر ہمارے ہاں بلنت اجوت بن جاتا تھا کیونکہ لاطینی رسم الخط میں اسے Bulent Ecevit لکھا جاتا ہے۔ اسلام پسند ترک وزیراعظم نجم الدین اربکان کا نام جسے لاطینی حروف میں Necmettin Erbakan لکھا جاتا تھا، اردو میں نستتین اربکان بن جاتا تھا۔

ایک افسوسناک لطیفہ دیکھیے۔ ع س مسلم استنبول میں ایک تاریخی مسجد دیکھنے گئے۔ وہاں نوجوان ترک گائیڈ دیوار پر نقش عربی عبارت کو Our National Heritage (ہمارا قومی ورثہ) بتا رہا تھا۔ مسلم صاحب نے کہا: ذرا اپنا قومی ورثہ پڑھ کر تو سناؤ۔ اس پر وہ نوجوان بغلیں جھانکنے لگا۔ وہ عربی میں لکھی سورۂ فاتحہ تھی جبکہ اسے عربی حروف کی پہچان ہی نہ تھی۔ تب مسلم صاحب نے سیاحوں کو مخاطب کرکے بتایا کہ یہ قرآن مجید کا پہلا چیپٹر (سورت) ہے جو اللہ کی تعریف اور دعا پر مشتمل ہے۔ پھر ایک ایک آیت پڑھ کر اس کا انگریزی ترجمہ سنایا تو سیاح حیران اور خوش ہوئے۔

صلاح الدین یا صلاطیین؟

قیم جماعت اسلامی جناب لیاقت بلوچ جو یکم نومبر ۲۰۱۵ء کو ترکی کے عام انتخابات کا مشاہدہ کرکے آئے ہیں، 'ایشیا' میں لکھتے ہیں: HDP (خلق ڈیموکریٹک پارٹی) کے کو چیئرمین صلاطیین دمرطاس..." جبکہ کردوں کی اس پارٹی کے لیڈر کا صحیح نام 'صلاح الدین دمیر تاش' ہے۔

گاما اسلامیہ اور جمال کا 'کمال'

ایک خبر میں مصر کی ایک جماعت کا نام 'گاما اسلامیہ' پڑھا تو سر پیٹنے کو جی چاہا۔ ہر پڑھا لکھا جانتا ہے کہ مصر عرب ملک ہے اور عربی وہاں کی سرکاری و دفتری زبان ہے، نیز عربی میں حروف پ، ٹ، چ، ڈ،

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ڑ، ژ، گ نہیں ہوتے۔ یہ الگ بات ہے کہ مصری عربی حرف 'ج' کا تلفظ 'گ' کی طرح کرتے ہیں، اس لیے انگریزی تحریروں میں حرف 'ج' لاطینی حرف G کی شکل اختیار کرلیتا ہے مگر اس صوتی تغیر کے باوجود عربی رسم الخط میں تو حرف 'ج' ہی رہتا ہے، جیسے جمال (مصری تلفظ 'گمال')، جمعہ (تلفظ 'گُمعہ')، جابر (تلفظ 'گابر')، لہٰذا عربی نام اُردو میں آکر تبدیل نہیں ہوتے۔ اگر مترجم صاحب یہ پہلو مدِ نظر رکھتے تو جان لیتے کہ Gama'a دراصل 'جماعہ' یا 'جماعت' ہے اور اسے گاما (پہلوان) سے کوئی نسبت نہیں۔

تاریخ اسلام اور نام نہاد دانشور کی جاہلانہ سوچ

نام تو عرفان حسین ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ کے عرفان سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ روزنامہ 'دُنیا' (۸ جون ۲۰۱۵ء) میں لکھتے ہیں: ''عرب اور وسطی ایشیا سے آنے والے مسلم حملہ آور بھی توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ لشکر کشی کرتے دکھائی دیے۔ مشرقِ وسطیٰ، افریقہ اور یورپ کے کئی علاقے ایک ایک کرکے اسلام کے پرچم تلے سرنگوں ہوتے گئے۔ دوسری طرف صدیوں تک افغان حملہ آوروں کی یلغار سے ہندوستان میں خونریزی اور بربادی کی داستانیں رقم ہوتی رہیں۔ افغان حملہ آوروں کی برصغیر میں فوج کشی کی داستان آج بھی پتھر کا کلیجہ شق کردیتی ہے۔''

'عرفان' کے بجائے اس سراپا جہالت شخص کو مسلم فاتحین سب 'مسلم حملہ آور اور توسیع پسند' نظر آتے ہیں۔ گویا محمد بن قاسم، امیر ناصر الدین سبکتگین، سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کے مقابل آنے والے راجہ داہر، جے پال، انند پال اور پرتھوی راج تو سراسر امن پسند اور معصوم تھے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ فروغِ حق کے لیے لڑنا جہاد ہے، حملہ آوری یا توسیع پسندی نہیں۔ اس جہلِ مرکّب کو طارق بن زیاد، سلطان الپ ارسلان سلجوقی، حاجب المنصور، امیر یوسف بن تاشفین، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان رکن الدین الظاہر بیبرس اور سلاطین عثمانی کی فتوحات ایک آنکھ نہیں بھاتیں اور اسے رومیوں اور دیگر یورپیوں کے پرچم سرنگوں ہونے کا دُکھ مارے دے رہا ہے۔

وہ احمد شاہ ابدالی کو بھی خونریزی اور بربادی کی داستان رقم کرتے دیکھتا ہے، حالانکہ اس مجاہد عظیم نے شاہ ولی اللہ کی دعوت پر آکر مرہٹوں کی لوٹ مار سے مسلمانانِ ہند کو بچایا تھا جبکہ ان دہشت گردوں نے جنوبی ہند سے دریائے سندھ تک اور مشرق میں بنگال تک قتل وغارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ابدالی نے

پانی پت کی تیسری جنگ (۱۷۶۱ء) میں دہشت گرد ہندو مرہٹوں کے تین لاکھ کے لشکر کا صفایا کرکے مسلمانوں کی گرانبہا خدمت انجام دی تھی جو اس شپرہ چشم (عرفان حسین) کو نظر نہیں آتی اور علاء الدین خلجی اور احمد شاہ ابدالی کی فتوحات سے اس کا پتھر کا کلیجہ بلاوجہ شق ہوتا ہے۔ 'دنیا' کے نام سے اخبار اور چینل چلانے والے میاں عامر محمود سے تنخواہ پانے والے اس شخص کی ہفوات مسلمانان پاک وہند کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہیں۔

اس قبیل کے ایک نام نہاد مؤرخ مبارک علی اور ایک جعلی دانشور منظور احمد بھی ہیں جو انگریز اور ہندو مؤرخین کی مسلمان حکمرانوں کے متعلق کذب بیانیوں کو اپنی تحریروں میں اُگلتے رہتے ہیں اور بدقسمتی سے ہمارے اخبارات اور میڈیا میں بیشتر قلم کار ایسے لوگوں کے لکھے کو حرفِ آخر سمجھ کر اپنے کالموں اور پروگراموں کی زینت بناتے ہیں۔ بھارتی مصنفین نے تاریخ کے نام پر بہت کچھ رطب و یابس بھر دیا ہے جو ہمارے ہاں انگریزی ذریعۂ تعلیم کے غلبے کے باعث ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو تاریخ کے حوالے سے مسموم کررہا ہے۔ ہمارے اربابِ حل و عقد اور محبِ اسلام اور محبِ پاکستان دانشوروں کے لیے یہ صورتِ حال ایک چیلنج ہے۔

سکھ مت اور انگریز

روزنامہ نوائے وقت کے ڈپٹی ایڈیٹر جناب سعید آسی لکھتے ہیں: ''سکھوں کا مذہب ویسا ہی انگریزوں کا ایجاد کردہ ہے جیسے اُنھوں نے قادیانیت کا فتنہ کھڑا کیا تھا۔''[1]

درحقیقت سکھوں کا مذہب گرونانک سے شروع ہوا جو دوسرے مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کے عہد میں ۱۵۳۹ء میں فوت ہوئے۔ ان کے نویں گرو تیغ بہادر اور دسویں گرو گوبند سنگھ اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں گزرے اور گوبند سنگھ نے لفظ سنگھ بمعنی 'شیر' کو سکھوں کے نام کا حصہ بنادیا، لہٰذا سکھ مت کو انگریزوں کا ایجاد کردہ قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ لاہور کی سکھ ریاست (۱۷۹۹ء تا ۱۸۴۹ء) بھی انگریزی دور سے پہلے قائم تھی۔ اس کے خاتمے پر سکھ برطانوی فوج میں شامل ہوگئے اور

۱ 'مٹھک' سعید آسی: 'نوائے وقت' ۱۳ر نومبر ۲۰۱۵ء

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مشرقی پنجاب کی سکھ ریاستوں کی مدد سے انگریزوں نے ستمبر ۱۸۵۷ء میں دہلی کو دوبارہ فتح کیا۔

ٹیپو اور کارنوالس

اثر چوہان 'سیاست نامہ' میں لکھتے ہیں: "ٹیپو سلطان نے بہ حالتِ مجبوری مدراس کے انگریز گورنر لارڈ کارنوالس سے معاہدے (۱۷۹۲ء) کے تحت اپنے دو بیٹوں کو یرغمال کے طور پر بھجوا دیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ لارڈ کارنوالس مدراس کا گورنر نہیں، 'گورنر جنرل آف انڈیا' تھا کیونکہ انگریز جنگ پلاسی (جون ۱۷۵۷ء) اور جنگِ بکسر (۱۷۶۴ء) جیت کر بنگال، بہار اور اڑیسہ کی حکمرانی حاصل کر چکے تھے اور بمبئی اور مدراس کے انگریز گورنر کلکتہ میں مقیم گورنر جنرل کے ماتحت تھے۔ کارنوالس ۱۷۸۳ء میں امریکی ہیرو جارج واشنگٹن سے شکست کھا کر ہندوستان آیا تھا۔ تیسری جنگ میسور (۹۲-۱۷۸۹ء) میں انگریز نظام حیدر آباد (دکن) اور مرہٹوں کی مدد سے سلطنتِ میسور کو شکست دینے میں کامیاب رہے تھے اور سلطان کو اپنے دو بیٹے بطور یرغمال بھیجنے کے علاوہ اپنی نصف سلطنت بھی انگریزوں کے حوالے کرنی پڑی تھی۔

یادِ رفتگاں

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ اور ان کی تصانیف

مولانا محمد اسحاق بھٹی برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر اہل قلم سے تھے۔ اُنہوں نے تصنیف و تالیف، تاریخ، صحافت اور شخصی خاکہ نگاری میں نام پیدا کیا اور شہرتِ دوام حاصل کی۔ وہ بلا شرکتِ غیرے عصر حاضر کے عظیم مؤرخ، بلند پایہ مصنف اور خاکہ نویس تھے۔ ۷۰ سال اپنے قلم سے دین اسلام اور اردو زبان و ادب کی خدمت کی۔ مختلف موضوعات پر ان کی کئی دینی، علمی، تاریخی اور سیر و سوانح پر کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آ کر لوگوں سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

شخصیت نگاری بھٹی صاحب کا من پسند موضوع تھا۔ اس پر ان کے گوہر بار قلم نے خوب جوہر دکھائے۔ بھٹی صاحب کی تصنیفی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا نظر آتا ہے، جس خوب صورت اور دل کش پیرائے میں اُنہوں نے مقتدر شخصیات کے 'شخصی خاکے' تحریر کئے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے ہم انہیں اس فن کا امام کہہ سکتے ہیں۔ اُن کی تحریروں میں حد درجہ شگفتگی اور سلاست پائی جاتی ہے، ان کا اُسلوبِ نگارش دل نشیں ہے۔ ان کے لکھے ہوئے سوانحی خاکے پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ شخصیات میدانِ زندگی میں متحرک اور سرگرم عمل ہیں اور ہم ان سے ہم کلام ہیں۔

عظیم ادیب و مصنف محترم مشفق خواجہ (وفات ۲۰؍ فروری ۲۰۰۵ء) کے الفاظ میں...

"شخصیات پر لکھنے والا آپ سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے۔ آپ لکھتے نہیں، کارِ مسیحائی فرماتے ہیں۔ جسے مُردوں کو چلتے پھرتے دیکھنا ہو، وہ آپ کے مضامین پڑھ لے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے کیسی کیسی منتخب روزگار شخصیات کو دیکھا، وہ لوگ بھی کچھ کم خوش نصیب نہیں جو آپ کے توسط سے یعنی آپ کے مضامین پڑھ کر ان شخصیات کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ میں بھی ایسے خوش نصیبوں میں شامل ہوں۔"

بلاشبہ اللہ رب العزت نے بھٹی صاحب کو علم و فضل اور عمل و کردار کی بہت سی خوبیوں سے مالا مال کیا تھا۔ ان کا علم وسیع اور حافظہ قوی تھا۔ جو بات پڑھ لی یا کسی سے سن لی، وہ ان کے حافظے کی گرفت میں آ گئی۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں اور جماعتی تاریخ کے بے شمار واقعات ان کی لوحِ ذہن پر نقش تھے۔ جب وہ ان واقعات کو اپنی تحریروں میں مناسب مواقع پر درج کرتے تو قاری ان کو پڑھ کر بے اختیار داد دینے لگتا۔

مولانا اسحاق بھٹی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اخلاق و عادات، محبت و خلوص، انسان دوستی، ملنساری،

magazine.mohaddis.com

مہمان نوازی، سادگی اور مروّت میں مثالی اور بہت ہی پیارے انسان تھے۔ ان کی خوش طبعی، بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی اور باغ و بہار شخصیت دوسرے کو متاثر کرتی۔ ان کی دل آویز شخصیت کا یہی رنگ اُن کی تحریروں میں بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

مولانا بھٹی کی تعلیم و تربیت

مولانا محمد اسحاق بھٹی ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میاں عبدالمجید بھٹی اور دادا کا اسم گرامی میاں محمد تھا۔ میاں محمد نہایت نیک اور متورّع انسان تھے۔ دین داری تقویٰ، صالحیت اور ورع وعفاف کے زیور سے آراستہ تھے۔ ان کے قلب و ذہن پر اسلامی تعلیمات کے گہرے نقوش ثبت تھے۔ وہ اپنے دل میں اسلام کی سچی محبت اور جذبہ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے اس پوتے محمد اسحاق کو شروع دن سے ہی علم و عمل کی راہ پر ڈال دیا تھا اور اسلامی تقاضوں کے مطابق اس کی تربیت کرنا شروع کر دی تھی۔ نماز کے لئے وہ اُنہیں ساتھ لے کر مسجد جاتے، آٹھ سال کے تھے کہ دادا نے گھر میں ہی ان کو قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ تیسویں پارے کی دس بارہ سورتیں حفظ کروائیں اور اُردو کی چند کتب بھی پڑھا دیں۔ مولوی رحیم بخش کی 'اسلام کی کتاب' (اوّل تا چہارم) بھی پڑھا دی اور حافظ محمد لکھوی مرحوم کے پنجابی شعروں پر مشتمل منظوم کتب: انوارِ محمدی، زینت الاسلام اور احوال الآخرت بھی پڑھا دی تھیں۔

۱۹۳۴ء میں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب جب چوتھی جماعت کے طالب علم تھے تو ایک دن اُن کے دادا محترم اُنہیں لے کر مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ازراہِ کرم اسے قرآن مجید کا ترجمہ اور تاریخ اسلام کے علاوہ اس کے فہم کے مطابق دینی مسائل کی کتب پڑھا دیا کریں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف اس وقت کوٹ کپورہ کی جامع مسجد کے خطیب تھے اور اُنہوں نے یہیں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مولانا عطاء اللہ حنیف سے ترجمۃ القرآن اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی شہرہ آفاق کتاب 'رحمۃ للعالمین' پڑھنے لگے اور اُنہوں نے اڑھائی تین ماہ میں رحمۃ للعالمین کو پڑھ لیا۔ آپ ذہین طباع طالب علم تھے، حافظہ قوی تھا، جو سبق پڑھتے مستحضر ہو جاتا۔ ان کے اُستاذِ گرامی مولانا عطاء اللہ اپنے اس ہونہار اور لائق شاگرد سے بہت خوش تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف کی خدمتِ عالیہ میں رہ کر بھٹی صاحب نے مروّجہ علوم و فنون اور تفاسیر و احادیث کی کتب پڑھیں اور درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ تحصیل علم کے لئے بھٹی صاحب مرکز الاسلام لکھوکے میں بھی مولانا عطاء اللہ مرحوم کی خدمت میں رہے اور دو سال جامع مسجد گنبد والی، فیروز پور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۴۰ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کے حکم پر گوجرانوالہ کا رخ کیا اور دو سال مولانا حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں رہ کر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض دوسری کتب پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ایک سال محکمہ انہار، ہیڈ سلیمانکی میں کلرک رہے۔ پھر

مارچ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مرکز الاسلام میں فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ اس دوران اُنہوں نے آزادی کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور فرید کوٹ جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست فرید کوٹ کی پرجامنڈل کے سیکرٹری رہے۔ ریاستی پرجامنڈل پنجاب کی ریاستوں میں کانگرس کی بدل تھی۔ اس کے صدر گیانی ذیل سنگھ تھے جو بعد میں ہندوستان کے صدر بنے۔

تقسیم ملک کے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ۲۱/ اگست ۱۹۴۷ء کو چھوٹے بڑے ایک سو تیس افراد کے ساتھ کوٹ کپورہ سے قصور پہنچے اور اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اپنے خاندان کے ہمراہ چک نمبر ۵۳ گ ب منصور پور ملیاں (تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد) آگئے اور اُنہوں نے اس گاؤں میں سکونت اختیار کر لی۔

جولائی ۱۹۴۸ء میں بھٹی صاحب کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا اور وہ ۲۴/ جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور میں منعقدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اُنہیں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے مستقل لاہور بلوا کر اُنہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ناظم دفتر بنا دیا گیا اور آپ پندرہ سال مرکزی جمعیت کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور انہوں نے مولانا غزنوی مرحوم کے ساتھ مل کر جماعت کی تعمیر و ترقی کے لئے بہت کام کیا۔

مولانا بھٹی کی صحافتی خدمات

۱۹/ اگست ۱۹۴۹ء کو گوجرانوالہ سے ہفت روزہ 'الاعتصام' کا اجرا ہوا۔ مولانا محمد حنیف ندوی اس کے مدیر بنائے گئے۔ کچھ عرصے بعد مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کو ان کا معاون مدیر بنا کر گوجرانوالہ بھیج دیا گیا۔ اس دور میں جمعیت کے ناظم دفتر اور الاعتصام کے معاون مدیر کی ذمہ داری بھٹی صاحب پر تھی۔ بھٹی صاحب پہلے الاعتصام کے معاون مدیر اور پھر مدیر بنائے گئے اور اُنہوں نے سولہ سال الاعتصام کے ادارتی فرائض انجام دیئے۔ مولانا بھٹی صاحب نے معاون ایڈیٹر کی تشریح اپنے اُسلوب خاص میں ایک مضمون میں کچھ اس طرح کی ہے۔ لکھتے ہیں...

> "معاون ایڈیٹر کا لفظ تو میں نے لکھ دیا ہے لیکن بات یہ ہے کہ میں اخبار میں خاکروب بھی تھا، چپڑاسی بھی تھا، کلرک بھی تھا، منیجر بھی تھا۔ اس سے آگے عرض کروں کہ بعض دفعہ اداریے اور شذرات بھی لکھا کرتا تھا۔ کتنے ہی شماروں میں ایسا ہوتا کہ مولانا حنیف ندوی 'وزیر بے محکمہ' کی طرح پورے پرچے میں 'مدیر بے تحریر' ہوتے اور ہر سطر، ہر پیرے اور ہر صفحے پر ہمارا سکہ چلتا تھا۔"

۱۵/ مئی ۱۹۵۱ء کو مولانا حنیف ندوی ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں چلے گئے تو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے 'الاعتصام' کی تمام تر ذمہ داری مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے سپرد کر دی گئی۔ اور آپ ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء تک اس سے منسلک رہے۔

اس دوران جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ نے سہ روزہ 'منہاج' جاری کیا۔ یہ اخبار چودہ مہینے جاری رہا۔ اس کے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مضامین بڑے معیاری، علمی اور تحقیقی ہوتے تھے۔ موقع کی مناسبت سے حالاتِ حاضرہ پر بڑی عمدگی سے روشنی ڈالی جاتی تھی۔ اپنے دور کا یہ ایک معیاری اخبار تھا۔ اس اخبار کو جماعت اہل حدیث کے حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی لیکن بعض ناگزیر حالات اور مالی مشکلات کے باعث کافی خسارہ اٹھانے کے بعد بالآخر اپریل ۱۹۵۹ء میں اس اخبار کو بند کر دیا گیا اور بھٹی صاحب نے اخبار نکالنے کے شوق سے ہمیشہ کیلئے توبہ کر لی۔

'الاعتصام' کی سولہ سال ادارت سے علیحدگی کے بعد بھٹی صاحب نے پروفیسر سید ابو بکر غزنوی کے اصرار پر ماہنامہ 'توحید' کی ادارت قبول کی۔ یہ اخبار جولائی ۱۹۶۵ء میں بڑی شان سے چھپا۔ پہلا صفحہ رنگین گیٹ اَپ، کاغذ، مضامین، ہر اعتبار سے دیدہ زیب اور دلکش، لیکن کچھ عرصہ بعد بھٹی صاحب اخبار 'توحید' سے بھی الگ ہو گئے اور انکے علیحدہ ہونے کے تھوڑے عرصے بعد 'توحید' اپنی اشاعت کے چار پانچ ماہ پورے کر کے بند ہو گیا۔

مولانا بھٹی کی جماعتی خدمات

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے قیام ۲۴؍ جولائی ۱۹۴۸ء سے ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء تک باقاعدہ مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ رہے۔ ابتدا میں ناظم دفتر اور پھر الاعتصام کے معاون مدیر اور پھر ایڈیٹر کی حیثیت سے۔ اس طویل عرصے میں اُنہیں اکابرین جماعت کے ساتھ مل کر جماعتی کام کرنے کا خوب موقع ملا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ اور جمعیت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کو بھی اپنے اس شاگردِ رشید پر ناز تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی بھی ان کی علمی وادبی صلاحیتوں سے بہت خوش تھے اور مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم بھی اپنے اس لائق شاگرد کی تحقیقی کارکردگی پر فخر کرتے تھے۔ بھٹی صاحب نے ان عالی قدر بزرگوں کے سایۂ شفقت میں رہ کر ان سے علمی و عملی طور پر مستفید ہونے کی سعادت حاصل کی۔ ہماری جماعتی تاریخ کا بہت سا حصہ ایسا ہے جس کے عینی شاہد فقط بھٹی صاحب ہیں۔ جماعت اہل حدیث کی تاریخ اور اکابر علماء کے بہت سے واقعات ان کی لوحِ ذہن پر نقش تھے اور ان میں اکثر واقعات کو انہوں نے اپنی تحریروں میں صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیا ہے ۔ یہ بہت بڑی خدمت ہے جو انہوں نے اکابرین جماعت کے حالات وواقعات کو تحریری صورت میں لا کر انجام دی ہے۔

گذشتہ سطور میں میں نے مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کے مختصر حالات زندگی اور ان کی صحافتی خدمات کا اجمالی سا تذکرہ کیا ہے۔ جو قارئین اس کی تفصیل جاننا چاہیں وہ راقم کی کتاب 'مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی: حیات و خدمات' کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتاب فروری ۲۰۱۱ء میں مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ گرامی مولانا عبدالحنان جانباز حفظہ اللہ نے جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ کی طرف سے شائع کی تھی۔

مولانا بھٹی کی تحریری کاوشیں

اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ادارۂ ثقافت اسلامیہ سے انسلاک کے بعد بھٹی صاحب کی زندگی کا ایک اور دور شروع

ہوتا ہے۔ اس دور میں بھٹی صاحب نے تصانیف وتراجم کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، وہ دور تک پھیلا دکھائی دیتا ہے۔ بھٹی صاحب نے جو تحریری کام کیا ہے، اس کی نوعیت کچھ اس طرح ہے:

(۱) تصانیف وتراجم (۲) اخباری مضامین ومقالات (۳) اخباری اداریے اور شذرات

(۴) کتابوں پر تبصرے (۵) بہت سی کتابوں پر مقدمات

یہ تمام تحریریں اگر کتابی سائز میں منتقل کی جائیں تو چالیس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہوں گی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ۳۴، ۳۵ سال کی تقریروں کے بے شمار صفحات اس کے علاوہ ہیں۔ متعدد کتابوں کی ایڈیٹنگ (ادارت) بھی اس میں شامل نہیں۔

یہ بہت بڑی تحریری خدمت ہے جو بھٹی صاحب نے سرانجام دی ہے۔ اب ملاحظہ فرمایئے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی علمی و تحقیقی تصانیف کا تعارف۔ اس کا آغاز ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور سے ہوتا ہے۔

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے قائم کیا تھا۔ انھوں نے ادارے کے لیے تھوڑے عرصے میں ہی بہت سی علمی اور نابغہ عصر شخصیات کی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے اکتوبر ۱۹۶۵ء سے ۱۶ مارچ ۱۹۹۶ء تک ادارۂ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ بائیس سال ادارے کے ماہنامہ 'المعارف' کے ایڈیٹر رہے۔ یہ خالص علمی اور تحقیقی مجلّہ تھا، جس میں بے شمار مضامین ومقالات لکھے۔ ادارے کی طرف سے شائع ہونے والے مجلہ 'ثقافت' میں (جو بعد میں المعارف کے نام سے موسوم کر دیا گیا) بھٹی صاحب لکھتے رہے۔ 'المعارف' میں ان کے لکھے ہوئے اداریے اور علمی و تحقیقی مضامین اہل علم دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ بھٹی صاحب تیس سال ادارے سے وابستہ رہے۔

ادارے کی طرف سے شائع ہونے والی اُن کی کتب اہل علم اور تحقیقی ذوق رکھنے والوں کے ہاں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ اپنے موضوع پر وہ انوکھے انداز کی کتابیں ہیں۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں رہ کر بھٹی صاحب نے جو تصنیفی خدمات سرانجام دیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

تصانیف وتراجم

'الفہرست' از ابن الندیم

محمد بن اسحاق ابن الندیم بغدادی چوتھی صدی ہجری کے نامور محقق اور مؤرخ تھے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب 'الفہرست' میں چوتھی صدی ہجری تک، تمام علوم وفنون سے متعلق معلومات جمع کر دی ہیں۔ یہ ضخیم کتاب معلومات کا بحر ذخار ہے اور تاریخ ورجال کے فن اور دیگر علوم وفنون کے بارے یہ مستند اور بنیادی حوالے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ بھٹی صاحب نے اس اہم کتاب کو عربی سے اُردو کے قالب میں ڈھالا اور اس

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کے بہت سے مقامات پر مفید حواشی لکھے۔ ترجمہ رواں، شگفتہ اور سلیس ہے۔ ۹۱۴ صفحات پر پھیلا ہوا یہ ترجمہ وتحشیہ بلاشبہ بھٹی صاحب کا عظیم کارنامہ اور مطالعہ کے شائقین کے لیے انمول تحفہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۹ء میں پہلی بار طبع ہوا اور کسی بھی زبان میں کیا جانے والا الفہرست کا یہ اوّلین ترجمہ ہے جو عربی سے اُردو میں ہوا۔ اس کتاب کے شروع میں ایک مشہور شعر ہے: بُـكـاء الأقـلام تبـسّـم الكـتـب

"قلموں کے رونے سے کتابیں مسکراتی ہیں۔"

'برصغیر پاک وہند میں علم فقہ'

اپنے موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے جو اُردو زبان میں تحریر ہوئی۔ اس میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالم گیر (۱۱۱۸ھ) تک کے دور کی فقہی کاوشوں کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ برصغیر علم فقہ سے کیسے آشنا ہوا۔ نیز اس کتاب میں اس خطہ ارضی میں تالیف کی جانے والی فقہی کتب: فتاویٰ غیاثیہ، فتاویٰ قراخانی، فوائد فیروز شاہی، فتاویٰ تاتار خانیہ، فتاویٰ حمادیہ، فتاویٰ ابراہیم شاہی (حصہ فارسی)، فتاویٰ امینیہ، فتاویٰ بابری اور فتاویٰ عالم گیری پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے مؤلفین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ بھٹی صاحب نے کتاب کے مقدمے میں فقہ کی تعریف، اس کی ضرورت واہمیت اور قرآن وحدیث سے اس کے بنیادی تعلق کو بھی بیان کیا ہے۔

کتاب کا مقدمہ بڑا وقیع اور معلومات کا خزینہ ہے جس میں علم فقہ سے متعلق بہت سی باتیں آگئی ہیں۔ یہ کتاب چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار جون ۱۹۷۳ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے شائع ہوئی۔

'فقہائے ہند'

یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اس میں پہلی صدی سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کے برصغیر کے ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور شیعہ علمائے کرام اور فقہائے عظام کے حالات وواقعات نہایت ادب واحترام سے حیطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

ہر بزرگ کے تذکرے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کس مسلک ومنہج، فقہ اور عقیدے کے حامل تھے اور علمی وعملی طور پر اُنھوں نے کیا کارنامے سرانجام دیے۔ یہ اپنے موضوع کی ایک نہایت تحقیقی کتاب ہے جو سینکڑوں فقہا کی زندگی کے علمی کارناموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کے بہت سے فقہا کے حالات بھٹی صاحب نے بڑی محنت اور جاں فشانی سے صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیے ہیں۔ ہر جلد کے شروع میں لائق مصنف نے ایک جامع مقدمہ لکھا ہے جو اس دور کی علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ اس عظیم کتاب کے مقدمات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ فقہائے ہند کی دس جلدوں کی تفصیل یہ ہے:

جلد اوّل: پہلی صدی سے آٹھویں صدی ہجری تک	صفحات ۳۲۸	طبع ۱۹۷۴ء

جلد دوم: نویں صدی ہجری	صفحات ۲۶۴	طبع ۱۹۷۵ء
جلد سوم: دسویں صدی ہجری	صفحات ۴۰۰	طبع ۱۹۷۶ء
جلد چہارم: حصہ اول: گیارھویں صدی ہجری	صفحات ۲۸۰	طبع ۱۹۷۷ء
جلد چہارم: حصہ دوم: گیارھویں صدی ہجری	صفحات ۴۱۶	طبع ۱۹۷۸ء
جلد پنجم: حصہ اول: بارھویں صدی ہجری	صفحات ۳۵۲	طبع ۱۹۷۹ء
جلد پنجم حصہ دوم: بارھویں صدی ہجری	صفحات ۴۲۸	طبع ۱۹۸۱ء

فقہائے پاک وہند

جلد اول: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۳۴۴	طبع ۱۹۸۲ء
جلد دوم: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۲۷۰	طبع ۱۹۸۴ء
جلد سوم: تیرھویں صدی ہجری	صفحات ۴۵۲	طبع ۱۹۸۹ء

'برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش'

اس کتاب میں ان پچیس (۲۵) صحابہ کرام، ۴۲ تابعین اور ۱۸ تبع تابعین کے حالات شرح وتفصیل سے بیان ہوئے ہیں جو اشاعتِ اسلام یا کسی دوسرے سلسلے میں برصغیر میں وارد ہوئے۔ کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ ہے جس میں عرب ہند کے باہمی تعلقات اور بعض ہندوستانی قوموں کے عرب علاقوں میں جا کر آباد ہونے کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ طبع ۱۹۸۹ء لاہور۔

'ارمغانِ حنیف'

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ مصنف ومحقق، فلسفہ اسلامی کے نامور اسکالر اور قرآن حکیم کے بلند پایہ مفسر تھے۔ قدیم وجدید اسلامی علوم پر ان کی نظر تھی۔ اس کتاب میں مولانا حنیف ندوی کی علمی خدمات اور حالات زندگی کو خوبصورت اُسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۳۷۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب کا ایک باب ندوی صاحب کے لطائف وواقعات پر مشتمل ہے جو بھٹی صاحب کے بلند ادبی ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔ طبع ۱۹۸۹ء

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں ان کتب کی تالیف وتصنیف اور تراجم کے علاوہ بھٹی صاحب نے جن کتب کو ایڈٹ کیا، ان میں

① اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری

② شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات از ڈاکٹر ثریا ڈار

③ شروحِ صحیح بخاری از غزالہ حامد

④ پیغمبر انسانیت از مولانا شاہ جعفر پھلواری

magazine.mohaddis.com

⑤ فقہ عمر، مترجم ابو یحیٰی خان نوشہروی

ان کتابوں کو بھٹی صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ایڈٹ کیا۔ ان پر جامع مقدمات لکھے اور شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ ان کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے لیے جمع و تدوین قرآن، فضائل قرآن، مضامین قرآن، واقعات و قصص قرآن اور اعجاز قرآن کے نام سے مفصل مقالات لکھے۔ علاوہ ازیں متعدد دیگر موضوعات پر بھی تیس بتیس مقالات لکھے جو تمام کے تمام اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی مختلف جلدوں میں شائع ہوئے۔[1]

شخصی خاکہ نگاری

اب ان کتب کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جو بھٹی صاحب نے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے علاوہ تصنیف کیں۔ کئی سال پہلے بھٹی صاحب نے 'قومی ڈائجسٹ'، لاہور میں نامور شخصیات کے سوانحی خاکے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا شخصی خاکہ گیانی ذیل سنگھ پر لکھا جس کا عنوان تھا: 'کچے گھر سے قصر صدارت تک...'، علی ارشد صاحب نے اس مضمون کو فیصل آباد سے کتابت کروایا۔ محترم بھٹی صاحب کی خواہش پر وہ کتابی صورت میں شائع کر کے ہندوستان لے جانا چاہتے تھے۔ اس کتابت شدہ مضمون کو مجیب الرحمن شامی نے دیکھا تو اُنہوں نے اصرار کیا کہ اسے قومی ڈائجسٹ میں شائع کیا جائے۔ اس کے لئے اُنہوں نے 'قومی ڈائجسٹ' کے معاون مدیر جناب تنویر قیصر شاہد[2] کو بھٹی صاحب کے پاس بھیجا اور ادارتی نوٹ کے ساتھ مضمون شائع کیا۔

اس مضمون کو بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ لوگوں نے بھٹی صاحب کے منفرد اندازِ تحریر کو بڑا پسند کیا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور قومی ڈائجسٹ میں عرصہ دراز تک بھٹی صاحب کے لکھے ہوئے شخصی خاکے اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ پھر ان میں کچھ اضافے کیے گئے اور کچھ نئے خاکے لکھے گئے۔ ۱۹۹۷ء میں یہ خاکے مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئے۔

اب تک بھٹی صاحب کے لکھے ہوئے خاکوں کے چار مجموعے: نقوشِ عظمتِ رفتہ، بزمِ ارجمنداں، کاروانِ سلف اور قافلۂ حدیث اشاعت پذیر ہو کر منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ ان چار مجموعوں کے تعارف سے پہلے بھٹی صاحب کے اُسلوبِ نگارش پر نامور اصحابِ قلم کی رائے کا اظہار ضروری ہے:

---

1 راقم الحروف ایک سال 'اُردو دائرہ معارف اسلامیہ'، پنجاب یونیورسٹی میں بطورِ سینئر ایڈیٹر خدمات انجام دیتا رہا ہے اور اس کے مصنفین کا اشاریہ بھی میرے زیر ترتیب رہا۔ اس دوران مولانا اسحٰق بھٹی صاحب نے مجھے کہا کہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اُن کے شائع شدہ مقالات کی فہرست اُن کو میسر کی جائے۔ مولانا بھٹی کے مقالات درج ذیل موضوعات پر شائع شدہ ملے: محمد لکھوی، محمد بن عبد الوہاب، فتاویٰ عالمگیری، ملائکہ، منافق، مرتد وغیرہ (حسن مدنی)

2 تنویر قیصر شاہد آج کل روزنامہ 'ایکسپریس' اسلام آباد کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر ہیں اور ان کا کالم 'تعاقب' کے عنوان سے اس اخبار میں چھپتا ہے۔ بھٹی صاحب سے طویل عرصے اُن کا یارانہ قائم رہا۔

① ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"مولانا محمد اسحاق بھٹی اُردو کے صاحبِ طرز ادیب اور انشا پرداز ہیں۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف و مؤلف اور بلند پایہ محقق ہیں۔ وہ مستند عالم دین بھی ہیں، ان کی زندگی کا طویل حصہ صحافت میں بسر ہوا۔ انھوں نے ہر طرح کے مسائل پر لکھا ہے، ان کے موضوعات و مباحث کا دائرہ ادب و سیاست، تاریخ و تعلیم، سیرت و سوانح، مذہب و صحافت اور اس کے مختلف گوشوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کی تحریروں میں معلومات اور علمی نکات کی فراوانی ہوتی ہے۔ اُن کے قلم اور زبان، دونوں سے لطائف کے پھول جھڑتے ہیں۔ وہ تحریر میں افکار کے موتی پروتے ہیں۔ ان کی تحریرات متن کے حسن اور اُسلوبِ نگارش کی رنگینی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ افکار و معانی کا طلسم قاری کے احساسات پر چھا جاتا ہے۔ ان کے گلشن زار الفاظ و مضامین کا زائر و سائر ایک بار دیکھا، دوبارہ دیکھنے کی ہوس کا نعرہ لگاتا ہے اور اس کے سحر و جلال سے باہر نہیں نکل سکتا۔ وہ مختصر اور مفصل دونوں طرح کی تحریریں لکھنے پر قادر ہیں۔ ان کے اختصار میں ایجاز اور تفصیل میں دل کشی کی خوبی موجود ہوتی ہے۔ وہ بات سے بات پیدا کرتے اور مضامین و مباحث کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں، لیکن تحریر و نگارش کی رنگینی، بیان کی طوالت اور واقعات کی تفصیل کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ ان کی تحریر و نگارش کی سحر انگیزیاں اور افکار و معانی کی قیامت خیزیاں ان کی تمام تحریروں اور تصنیفوں میں موجود ہیں۔"

② نوائے وقت لاہور کے ایک معروف کالم نگار، ادیب و صحافی صاحب زادہ خورشید گیلانی تھے جو وفات پا چکے ہیں۔ مسلکی اعتبار سے بریلوی حنفی تھے۔ گیلانی مرحوم نے اپنی کتاب 'رشکِ زمانہ لوگ' میں 'گم نام مگر بلند مقام' کے عنوان سے بھٹی صاحب سے متعلق لکھا ہے:

"نقوشِ عظمت رفتہ' اور 'بزم ارجمنداں' دراصل مولانا محمد اسحاق بھٹی کی شگفتہ، شائستہ اور ان کے منفرد اُسلوبِ نگارش کی نمائندہ کتابیں ہیں، جنھیں پڑھتے ہوئے نہ دماغ تھکتا ہے اور نہ دل بھرتا ہے۔ سبک لہجہ اور رواں اُسلوب۔

جنھوں نے بھٹی صاحب کو دیکھا ہے یا ان سے ملاقات کی ہے، ان کی تین باتیں اُنھیں ورطہ حیرت میں ڈالتی ہیں، ایک یہ کہ وہ ریاست فرید کوٹ کے سکہ بند 'پنجابی' ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ 'مولانا' ہیں اور تیسری یہ کہ وہ مسلک کے اعتبار سے باعمل 'اہل حدیث' ہیں لیکن اردو اتنی صاف اور سلیس لکھتے ہیں کہ ان پر اہل زبان ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ کہیں گرہ نہیں، اغلاق نہیں، آورد نہیں اور عیب نہیں اور اس سے بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ وہ 'مولانا' تو پکے ہیں یعنی صحیح معنوں میں عالم، قرآن و حدیث، سیرت، تاریخ و فقہ پر مکمل عبور مگر عبا پوش ہیں، نہ دستار بند؛ نہ تسبیح بدست اور نہ صافہ بداماں؛ نہ لوٹا ساتھ رکھتے ہیں اور نہ عصا ہاتھ میں تھامتے ہیں۔ خوبصورت داڑھی، عام شہریوں جیسا لباس اور ساندہ میں دوسرے محلے داروں کی طرح رہائش اور بود و باش۔ ان کے ماتھے پر علم کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خشونت نام کو نہیں۔ آواز بھاری ضرور ہے مگر اس پر درشتی طاری نہیں ہونے دیتے۔ ہر لاحقے سابقے کے بغیر صرف اپنے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔

اور تیسری بات ان کا اہل حدیث ہونا، وہ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں، آمین بالجہر کہتے ہیں اور فاتحہ خلف الامام پڑھتے ہیں مگر نہ کسی حنفی سے اُلجھتے ہیں اور نہ لڑتے ہیں۔ وہ اپنے مشرب کے پابند ہیں، کسی منصب کے دعوے دار نہیں، انھیں مل کر ہر ایک کو یہی احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک وضع دار، بردبار، روادار شخص سے ملے ہیں۔ نہ تکبر، نہ غرور اور نہ تصنع، نہ نفور، ورنہ جتنا علمی کام وہ کر چکے ہیں، اگر کوئی اس کا بیسواں حصہ بھی کرلے تو وہ رازی وغزالی کو اپنے پاس بیٹھنے تو کجا، پھٹکنے بھی نہ دے اور ایک جہازی سائز کا اشتہار صرف اپنے القاب وخطابات کے لیے وقف کردے۔ مولانا اسحاق بھٹی بلند مقام تو ہیں مگر رہے گمنام کہ یہی اچھے لوگوں کا خاصہ ہے۔"

④ پروفیسر عبد الجبار شاکر (وفات ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۹ء) بھٹی صاحب سے متعلق ان کی کتاب 'قاضی محمد سلیمان منصور پوری' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"انھوں (اسحاق بھٹی) نے تن تنہا تحقیق کے جو ہفت خواں طے کیے، یہ ان کی شخصیت کے جوہر کو نمایاں کرتے ہیں۔ قدرت نے انھیں ایک ایسا اُسلوب عطا کیا ہے جو اُردو زبان وادب کے اسالیب میں ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کے ہاں معروف ادیبوں اور دانشوروں کی طرح نہ تو حکماے مغرب کی کتابوں کے اقتباسات ہیں اور نہ وہ اپنے مطالب کے اظہار کے لیے مشکل تراکیب اور اَدق اصطلاحات کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کے ہاں اُسلوب میں ابلاغ کی حد درجہ خوبی دکھائی دیتی ہے۔ ان کا قلم شستہ اور پیرایہ شگفتہ ہے۔ سادگی میں پرکاری کے نقوش ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ انھوں نے نصف صدی تک جو علمی جواہر پیدا کیے ہیں، ان میں ابوالکلام کی نثری بلاغت، شبلی کی مؤرخانہ بصیرت، سید سلیمان ندوی کا اُسلوب تحقیق، مولانا مودودی کا دعوتی انداز، رشید احمد صدیقی کی سی شگفتہ نگاری، مولوی عبد الحق کی سی سادہ بیانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری کی جامعیت، مولانا محمد حنیف ندوی کا حکیمانہ اُسلوب، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی سادگی اور کتاب دوستی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی طلاقتِ لسانی کی جھلکیاں ان کی تحریروں کے مختلف صفحات پر نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔

④ پروفیسر عبد الجبار شاکر، بھٹی صاحب کی کتاب 'میاں عبد العزیز مالواڈہ' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"اُن کا اشہب قلم نئے سے نئے میدانوں میں شہسواری کے کمالات دکھا رہا ہے۔ بھٹی صاحب کی شخصیت عجیب دل آویزیوں کا مجموعہ ہے۔ اُن کے مطالعے میں بے پناہ وسعت ہے۔ ان کے حافظے اور استحضار پر ایک عالم کو رشک ہے۔ ان کے اُسلوب کی چاشنی دیدنی ہے۔ ان کی گفتگو "وہ کہیں اور سنا کرے کوئی" کے مصداق ہے۔ اُسلوب اگر اعلیٰ ابلاغ کے تقاضوں کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اس دور کے صاحبِ طرز ادیب ہیں۔ زبان کی سادگی اور شگفتگی نے ان کے طرزِ نگارش کو ایک انفرادیت عطا کی ہے۔ قلم کی شستگی اور اُسلوب کی شگفتگی نے ان کی ہر کتاب میں ایک عجیب جادو جگار کھا ہے۔ مگر ان کے اُسلوب کی اصل رنگت، ان کے خاکوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ ذرا "نقوشِ عظمتِ رفتہ' کے صفحات کو دیکھیے۔ 'بزم ارجمنداں' کے اوراق الٹیے۔ کاروانِ سلف' کی شخصیات کا مطالعہ کیجیے۔ 'محفل دانشمنداں' میں بیٹھیے اور 'قافلہ حدیث' کے ہم رکاب چلیے، کیا کیا اور کیسے کیسے اسالیب کے طلسمات کی کرشمہ سازی ہے۔ ؎ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

⑤ مولانا محمد ادریس ہاشمی (وفات ۲۵؍مئی ۲۰۱۰ء) جماعت غرباء اہل حدیث پنجاب کے جنرل سیکریٹری تھے۔ وہ معروف صاحبِ علم اور نہایت وسیع النظر انسان تھے۔ وہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب کی کتاب 'کاروانِ سلف' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے اپنے ماہنامہ صدائے ہوش، لاہور اگست ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں ادارتی صفحات پر لکھتے ہیں:

"مشہور عالم دین، صاحبِ طرز ادیب، مؤرخ وسوانح نگار، سیرت نگاری کے بے تاج بادشاہ اور سابق ڈپٹی ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی قلم کاری کا تازہ شاہکار 'کاروانِ سلف' شائع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا اور بلا مبالغہ یہ حسین شاہکار ہے۔ موصوف کے قلم سے اس سے قبل ماضی قریب میں برصغیر پاک وہند کی نامور شخصیات کے سوانحی خاکوں پر مشتمل دو مجموعے موسومہ 'نقوشِ عظمتِ رفتہ'، اور 'بزم ارجمنداں' شائع ہو کر عوام وخواص سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ان میں موصوف نے اہل حدیث حضرات کے علاوہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور بعض غیر مسلم شخصیات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اگرچہ بعض کم فہم 'وہابیوں' نے اس پر ناک بھوں بھی چڑھایا، مگر ہمارے نزدیک ان کتب کا یہی حسن ہے جس کی بنا پر اسے سب پڑھیں اور اس طرح بھٹی صاحب نے اہل حدیث اکابرین کے کام کو دوسرے مکاتبِ فکر کے لوگوں تک پہنچادیا۔ مولانا اسحاق بھٹی عرفِ عام میں ہمارے ذہنوں میں موجود 'مولانا' کے تصور پر شاید پورے نہ اتریں اور انہیں پہلی مرتبہ دیکھنے والا قاری شاید انھیں مولانا محمد اسحاق بھٹی تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ بالکل سادہ مزاج، صوفی منش، درویش صفت اور صوفی منش بھٹی صاحب سب سے پیار کرنے والے اور سلفیوں کے لیے شفیق ومہربان ہیں۔ کاروانِ سلف' کے نام سے شائع ہونے والا حسین شاہکار ان بعض 'ناراض اہل حدیث' حضرات کو خاموش جواب ہے، جو پہلے مجموعوں پر چیں بجبیں تھے۔ اس مجموعے میں ۲۰ کی تعداد میں اپنے وقت کے نابغہ روزگار مشاہیر کے تذکرے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بڑی جماعتوں، تنظیموں، میدانِ جہاد کے شاہ سواروں، شاہوں، ملک وبیرون ملک یونیورسٹیوں کے سند یافتہ صاحبِ جبہ ودستار سے جو کام نہ ہو سکا، وہ اکیلے بھٹی صاحب نے کردیا، سچ ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں"

⑥ ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر مسئول اور مکتبہ سلفیہ لاہور کے مالک ومدیر مولانا حافظ احمد شاکر بھٹی صاحب

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کی تصنیف دل پذیر 'قاضی محمد سلیمان منصور پوری' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"مولانا بھٹی کا اندازِ تحریر بہت جاذب، رواں دواں، شستہ اور سلیس ہے۔ واقعات نگاری اس طرح کرتے ہیں کہ قاری ان کے طرزِ بیان میں خود کو بہتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ موصوف کا حافظہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور اس میں محفوظ واقعات کا خوبصورت اظہار ان کا کمال ہے۔ ان کا قلم اگرچہ کبھی کبھی مؤرخ کے قلم کی طرح 'بے رحم' بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر تذکروں میں ان کے الفاظ عقیدت کے میلان و رجحان کے غماز ہوتے ہیں۔ ان کے قلم سے تذکار و تراجم رجال کا ڈھیر لگ جانے کے باعث بعض اصحابِ علم و قلم انھیں دورِ حاضر کا امام ذہبی کہتے ہیں، جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔"

اہل علم و فضل کی ان آرا کے بعد اب بھٹی صاحب کے شخصی خاکوں کے مجموعوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

'نقوش عظمتِ رفتہ'

اس کتاب میں ۲۱ مقتدر شخصیات کے حالاتِ زندگی ان کی تمام عادات و اطوار، علمی و ادبی، سیاسی اور مذہبی خدمات کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر مرتسم کیے گئے ہیں۔ اس مجموعے میں بلا امتیازِ مشرب تمام فقہی مسالک: اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی احباب کے اکابر علماء کو جگہ دی گئی ہے۔ بھٹی صاحب کی وسیع النظری ملاحظہ کیجیے کہ انھوں نے تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر قلم کاری کی ہے۔

انھوں نے ہندوستان کے سابق صدر اور اپنے جگری یار گیانی ذیل سنگھ پر بھی طویل مضمون لکھ کر اس کتاب میں شامل اشاعت کیا ہے۔ اس کتاب کا سب سے طویل خاکہ مولانا سید محمد داود غزنوی پر ہے جو ۱۱۲ صفحات پر محیط ہے۔ بھٹی صاحب نے مولانا غزنوی مرحوم کے ساتھ اپنی ۱۵ سالہ رفاقت کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، حمید نظامی (نوائے وقت)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا کوثر نیازی اور قاضی حبیب الرحمن منصور پوری کے علاوہ کتاب میں شامل دیگر حضرات کے سوانحی خاکے اُردو زبان و ادب میں ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ ۶۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب عہدِ رفتہ کی نادر معلوماتی دستاویز ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۷ء میں مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔

'بزمِ ارجمنداں'

سوانحی خاکوں کا یہ دوسرا مجموعہ ہے جو محترم بھٹی صاحب کے گوہر بار قلم سے معرضِ وجود میں آیا۔ اس میں مولانا ابو الکلام آزاد، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امر تسری، حافظ عبد اللہ روپڑی، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، رئیس احمد جعفری، مولانا محمد علی لکھوی، شاہ محمد جعفر پھلواروی، مولانا محمد صدیق لائل پوری، مفتی جعفر حسین، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا عبد اللہ گورداس پوری، ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسی شخصیات کے خاکے شامل ہیں۔ اس کتاب کا سب سے طویل مضمون مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم پر ہے جو سوا سو

صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ دیگر عالی قدر حضرات کے سوانحی خاکے بھی نہایت تکریم سے لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب معلوماتی، ادبی اور علمی خوبیوں سے مزین ہے اور گزشتہ دور میں ان عالی قدر بزرگوں کی طرف سے آزادی کے لیے کی گئی کوششوں کا پتا دیتی ہے اور ان کے ملی و علمی کارناموں سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۶۲۹ ہے اور یہ کتاب مارچ ۱۹۹۹ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کی طرف سے طبع ہوئی۔

'کاروان سلف'

اس کتاب میں بیسویں صدی عیسوی کے بیس فحول علمائے اہل حدیث کے حالات زندگی حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ ان تاریخ ساز اور نامور علمائے کرام میں: مولانا عبد الوہاب دہلوی، مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی، مولانا عطاء اللہ شہید، مولانا نیک محمد، حکیم نور الدین لائل پوری، مولانا عبد الستار دہلوی، مولانا عبد اللہ اوڈ، مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی، مولانا عبد اللہ لائل پوری، مولانا سید بدیع الدین راشدی، مولانا محمد رفیق خاں پسروری اور حافظ عبد اللہ بہاول پوری کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ کاروانِ سلف کا ہر معزز رکن اپنی ذات میں ایک انجمن تھا۔ بلاشبہ یہ نیک طینت لوگ قول کے سچے، عمل میں پختہ اور کردار کے مثالی تھے۔ اُنھوں نے ہندوستان کے صنم کدۂ ظلمت میں توحید و سنت کی اشاعت کی۔ قرآن و حدیث کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے لوگوں میں اسلامی تعلیم کو پھیلایا اور احکام نبوت کی اہمیت اُجاگر کر کے عمل بالحدیث کو فروغ دیا۔ بھٹی صاحب نے داعیانِ حق کے ان تابندہ ستاروں کی کہکشاں سجا کر جماعت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کاروانِ سلف ہماری گزشتہ صد سالہ دعوتی، تبلیغی، تصنیفی، تدریسی اور دینی سرگرمیوں کا آئینہ پیش کرتی ہے۔ اس خوبصورت کتاب کو ہمارے فاضل دوست مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے اپنے اشاعتی ادارے مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد کی طرف سے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۱۶ ہے۔

'قافلہ حدیث'

۲۶ علمائے اہل حدیث کے حالات و واقعات پر مشتمل شخصی خاکوں کا یہ چوتھا مجموعہ ہے۔ اس میں دل چسپ پیرائے میں ان عظیم المرتبت علمائے اہل حدیث کے حالاتِ زندگی احاطہ تسوید میں لائے گئے ہیں۔ اس مجموعے میں شامل ہندوستان اور پاکستان کی چند معروف شخصیات کے نام یہ ہیں: مولانا سید امیر علی ملیح آبادی، مولانا محمد سلیمان روڑی والے، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، صوفی نذیر احمد کاشمیری، مولانا شمس الحق سلفی، حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد حنیف ندوی، پروفیسر عبد القیوم، مولانا نور حسین گھرجاکھی، مولانا محی الدین لکھوی، حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا عبد العظیم انصاری، مولانا محمد صادق خلیل، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ڈاکٹر وصی اللہ اور مولانا محمد عزیر شمس۔ یہ کتاب پہلی بار جنوری ۲۰۰۳ میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔ کتاب کے صفحات ۶۴۵ ہیں۔

بھٹی صاحب کی دیگر تاریخی و سوانحی کتب اور تراجم کے تعارف کے لیے دوسری قسط کا انتظار فرمائیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بھٹی صاحب کی بیماری اور وفات

مولانا محمد اسحٰق بھٹی رحمہ اللہ نے بھرپور طریقے سے زندگی کی ۹۱ بہاریں بسر کیں۔ ان کی صحت بہت اچھی تھی، جوانوں سے بڑھ کر عزم وہمت رکھتے تھے اور ان کا قلم بڑی تیزی سے چلتا تھا اور وہ اپنی زندگی کے آخری دور میں بھی علمائے اہل حدیث کے تذکار پر کئی کتب احاطۂ تحریر میں لے آئے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے راقم کو ٹیلی فون پر کہنے لگے کہ شخصیات پر میری آخری کتاب 'بوستانِ حدیث' ہوگی جو تکمیل کے بعد کمپوزنگ کے مراحل میں ہے۔ اس کے بعد غزنوی علماء پر کتاب لکھوں گا۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے راقم کو حکم دیا کہ میں ان کی کتاب فقہائے ہند کی تیرہویں صدی کے حصہ دوئم سے مولانا عبد اللہ غزنوی کے حالات فوٹو کاپی کروا کر بھجواؤں۔ میں نے بھٹی صاحب کے حکم کی فوری تعمیل کی اور اس کی وصولی پر اُن کا محبت بھرا فون آیا۔ وفات سے چند روز پہلے ان کا فون آیا کہ میاں باقر کے مدرسے کا نام کیا ہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ 'مدرسہ خادم القرآن والحدیث، جھوک دادو' طور تو بڑے خوش ہوئے۔

ان سے میل ملاقات اور سلام وپیام کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ وہ راقم پر بڑی شفقت فرماتے اور گاہے گاہے تحریر ونگارش کے سلسلے میں مفید مشورے دیتے۔ اُنھوں نے اپنی کتاب چمنستانِ حدیث میں راقم کے بارے ایک مضمون بھی لکھا تھا جس میں میرے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ میری کتابوں کا شاندار طریقے سے تعارف کروایا تھا۔ اس کے علاوہ چمنستانِ حدیث کے کئی مقامات پر میرا تذکرہ کیا ہے۔ ان سے میری دوستی کوئی بیس برسوں پر محیط تھی۔ اس عرصے میں میں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا، ان کے ساتھ اسفار بھی کئے ،طویل مجالس میں بھی بیٹھا، میں نے ان کو ہمیشہ مخلص پایا۔ مجال ہے جو اُنھوں نے کبھی کسی دوسرے کی برائی کی ہو۔ جس کا بھی تذکرہ کیا، نہایت اچھے الفاظ میں کیا۔ وہ جماعت اہل حدیث کے تمام گروہوں میں اکابر اور اصاغر کے ہاں مقبول اور محترم تھے۔

۲۱ دسمبر ۲۰۱۵ء پیر کو مجھے ان کے برادرِ صغیر جناب سعید بھٹی صاحب نے ان کی بیماری کی اطلاع دی اور ساتھ ہی ان کا پیغام دیا کہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے پوچھ کر بتاؤں کہ پیشاب کی نالی کی وجہ سے نماز کی ادائیگی کس طرح کروں؟ میں نے اثری صاحب سے مسئلہ پوچھ کر محترم سعید بھٹی صاحب کے ذریعے بات اُن تک پہنچادی۔ شام تک سعید بھٹی صاحب اور لقمان بھٹی صاحب سے کئی بار رابطہ ہوا، اب ان کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن اگلے روز نمازِ فجر کے وقت برادرم حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب نے ان کی وفات کی خبر سنا کر غم زدہ کر دیا۔ اس طرح ایک تاریخ ساز عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی ایک نمازِ جنازہ ۲۲/ دسمبر ۲۰۱۵ء کی دوپہر ناصر باغ لاہور میں ادا کی گئی جو محترم ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب نے پڑھائی۔ جبکہ ان کے آبائی گاؤں منصور پور ٹیسیاں جڑانوالہ میں نمازِ عشاء کے بعد حافظ مسعود عالم کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ دونوں جگہ علماء عوام اور صحافتی حلقوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ قبر پر دعا مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب نے کروائی۔

اللہ تعالیٰ بھٹی صاحب کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ